﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ — جمعۃ المبارک ۲۶؍ستمبر ۲۰۰۳ء — ۲۹؍رجب ۱۴۲۴ ہجری قمری — ۲۶؍تبوک ۱۳۸۲ ہجری شمسی — شمارہ ۳۹

سُستی سے بچنے کی دعا

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا کرتے تھے۔اے اللہ میں بے کسی اور سستی اور بزدلی اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من فتنۃ المحیا)

بیعت سے مراد خداتعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔

بیعت کنندہ کو اول انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے

(قرآن مجید، احادیث نبوی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے شرائط بیعت کی تفصیلات کا بیان)

(امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر اختتامی خطاب)

(خطاب کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

تشہد ،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت کی تلاوت کی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ﴾ (سورۃ البقرہ :۲۰۸)۔اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

پھر فرمایا: کہ آج کا مضمون شرائط بیعت پر ہے۔بعض دوستوں کے خطوط آئے کہ ہم نے تجدید بیعت تو کر لی ہے لیکن ہمیں پوری طرح ادراک نہیں اور نہ ہمیں پتہ ہے کہ وہ بیعت کی دس شرائط کیا ہیں جن کو ہم نے ماننا ہے ۔ مجھے خیال ہوا ،مَیں نے محسوس کیا کہ بہتر ہے، مناسب ہے کہ آج جلسہ کے موقع پر ہی اس عنوان پر کچھ کہوں ۔ کیونکہ کافی لمبا مضمون ہے تمام شرائط کا احاطہ کرنا تو یہاں مشکل ہے لیکن چند ایک کے بارہ میں کچھ تفصیل بتاؤں گا اور پھر آئندہ انشاء اللہ یہ مضمون خطبے میں یا کسی اور موقع پر پیش کروں گا۔

تو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بیعت ہے کیا۔اس کی وضاحت میں احادیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس سے کرتا ہوں۔

حضور فرماتے ہیں:’’ یہ بیعت جو ہے اس کے معنے اصل میں اپنے تئیں بیچ دینا ہے۔اس کی برکات اور تاثیرات اسی شرط سے وابستہ ہیں جیسے ایک تخم زمین میں بویا جاتا ہے تو اس کی ابتدائی حالت یہی ہوتی ہے کہ گویا وہ کسان کے ہاتھ سے بویا گیا اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ کیا ہوگا۔لیکن اگر وہ تخم عمدہ ہوتا ہے اور اس میں نشوونما کی قوت موجود ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے اور اس کسان کی سعی سے وہ اُوپر آتا ہے اور ایک دانہ کا ہزار دانہ بنتا ہے۔اسی طرح سے انسان بیعت کنندہ کو اوّل انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اُسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۷۳)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:’’ بیعت سے مراد خداتعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خداتعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خداتعالیٰ کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے۔ جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے۔وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے، وہ یاد رکھے بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اُسے نہ چھڑا سکے گا۔اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اُس سے دریافت کرے گا کہ تُو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا؟ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ خدا جو مالک السمٰوات و الارض ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔‘‘ (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۹ و ۳۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات سے واضح ہے کہ بیعت چیز کیا ہے۔اگر ہم میں سے ہر ایک یہ بات سمجھ جائے کہ اس کی ذات اب اس کی اپنی ذات نہیں رہی۔اب ہمیں بہرحال اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنی ہوگی، ان کا تابع ہونا ہوگا۔ ہمارا ہر فعل خداتعالیٰ کی رضا کے لئے ہوگا۔تو یہی خلاصہ ہے

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اگر آپ اپنی تعداد بڑھانا اور مضبوط ہونا چاہتے ہیں تو آنحضرت ﷺ پر بکثرت درود بھیجیں

(درود شریف پڑھنے کی اہمیت اور برکات کے موضوع پر ایمان افروز خطاب)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۵/ستمبر ۲۰۰۳ء)

(پیرس۔ فرانس۔ ۵؍ستمبر) : سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ جماعت احمدیہ فرانس کے ۱۲ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر مشن ہاؤس میں ارشاد فرمایا۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۷ کی تلاوت اور ترجمہ بیان فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ:خطاب جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۰۳ء از صفحہ اول

دس شرائط بیعت کا۔

اب مختلف حدیثیں مَیں پیش کرتا ہوں جن میں بیعت کے متعلق مختلف الفاظ ملتے ہیں۔

عائذ اللہ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ عبادہؓ بن صامت ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں شمولیت اختیار کی اور جنہوں نے بیعت عقبہ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ عبادہؓ بن صامت نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت فرمائی جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ آؤ میری اس شرط پر بیعت کرو ’’اَلَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا‘‘ کہ تم اللہ کا کسی چیز کو بھی شریک نہ قرار دو گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ ہی تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ تم بہتان طرازی کرو گے اور نہ ہی تم کسی معروف بات میں میری نافرمانی کرو گے۔

پس تم میں سے جس نے اس عہد بیعت کو پورا کر دکھایا تو اس کو اجر دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اور جس نے اس عہد میں کچھ بھی کمی کی اور اس کی اسے دنیا میں سزا مل گئی تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ بن جائے گی۔ اور جس نے اس عہد بیعت میں کچھ کمی کی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر چاہے تو اسے سزا دے اور اگر وہ پسند فرمائے گا تو اس سے درگزر فرمائے گا۔

(صحیح بخاری. کتاب مناقب الانصار. باب وفود الانصار الی النبیؐ بمکۃ ربیعۃ العقبۃ)

پھر ایک حدیث ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس شرط پر کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، آسانی میں بھی اور تنگی میں بھی، خوشی میں بھی اور رنج میں بھی اور ہم اُولوالامر سے نہیں جھگڑیں گے اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے حق پر قائم رہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (بخاری کتاب البیعت باب البیعۃ علی السمع والطاعۃ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی بیعت کلام کے ساتھ آیت کریمہ ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (الممتحنۃ آیت ۱۳) اے نبی! جب تیرے پاس عورتیں مسلمان ہو کر آئیں اور بیعت کرنے کی خواہش کریں اس شرط پر کہ وہ اللہ کا شریک کسی کو نہیں قرار دیں گی اور نہ ہی چوری کریں گی اور نہ ہی زنا کریں گی اور نہ ہی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی کوئی جھوٹا بہتان کسی پر باندھیں گی۔ اور نیک باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو ان کی بیعت لے لیا کر اور ان کے لئے استغفار کیا کر۔ اللہ بہت بخشنے والا (اور) بے حد رحم کرنے والا ہے۔ اس کے مطابق آنحضرت ﷺ بیعت لیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بیعت لیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہ ہوتا تھا سوائے اس عورت کے جو آپ کی اپنی ہوتی۔

(صحیح بخاری. کتاب الاحکام. باب بیعۃ النساء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت لینے کے آغاز سے قبل بعض نیک فطرت اور اسلام کا درد رکھنے والے بزرگوں کو یہ احساس تھا کہ اس وقت اسلام کی اس ڈولتی کشتی کو ڈوبنے سے بچانے والا اور اسلام کا صحیح درد رکھنے والا اگر کوئی شخص ہے تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی ہیں اور یہی مسیح و مہدی بھی ہیں۔ چنانچہ لوگ آپ سے درخواست کیا کرتے تھے کہ آپ بیعت لیں لیکن حضور ہمیشہ یہی جواب دیتے تھے کہ ’’لَسْتُ بِمَامُوْرٍ‘‘ (یعنی میں مامور نہیں ہوں)۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے میر عباس علی صاحب کی معرفت مولوی عبدالقادر صاحبؒ کو صاف صاف لکھا کہ ’’اس عاجز کی فطرت پر توحید اور تفویض الی اللہ غالب ہے اور .... چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ مولوی صاحب اخوت دینی کے بڑھانے میں کوشش کریں۔ اور اخلاص اور محبت کے چشمہ صافی سے اس پودا کی پرورش میں مصروف رہیں تو یہی طریق انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ (حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۱۲، ۱۳)

آخر چھ سات سال بعد ۱۸۸۸ء کی پہلی سہ ماہی یعنی شروع کے تین مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بیعت لینے کا ارشاد ہوا۔ یہ ربانی حکم جن الفاظ میں پہنچا وہ یہ تھے: ’’اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔‘‘

(اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء صفحہ ۲)

یعنی جب تو عزم کرلے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوگا۔

حضور کی جو طبیعت تھی وہ ایسی تھی کہ اس بات سے کراہت کرتی تھی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں۔ اور دل یہ چاہتا تھا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور کچے نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو ایک ایسی تقریب کا انتظار رہا کہ جو مخلصوں اور منافقوں میں امتیاز کر دکھلائے۔ سو اللہ جل شانہ نے اپنی کمال حکمت و رحمت سے وہ تقریب اسی سال نومبر ۱۸۸۸ء میں بشیر اول کی وفات سے پیدا کر دی۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ بیٹے تھے) ملک میں آپ کے خلاف ایک شور مخالفت برپا ہوا اور خام خیال بدظن ہو کر الگ ہو گئے لہذا آپ کی نگاہ میں یہی موقعہ اس بابرکت سلسلے کی ابتداء کے لئے موزوں قرار پایا۔ اور آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ بیعت کا اعلان عام فرما دیا۔ حضرت اقدس نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ استخارہ مسنونہ کے بعد بیعت کے لئے حاضر ہوں۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء)۔ یعنی پہلے دعا کریں، استخارہ کریں، پھر بیعت کریں۔

اس اشتہار کے بعد حضرت اقدس قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان واقع محلہ جدید میں فروکش ہوئے۔ (حیات احمد جلد سوم حصہ اول صفحہ ۱)

یہاں سے آپ نے ۴/ مارچ ۱۸۸۹ء کو ایک اور اشتہار میں بیعت کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا: ’’یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسا متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے .... خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خاص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ اور وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے

فلک گیر ہے اب صدائے خلافت

ہے عرفانِ اسلام ہر سمت جاری
فلک گیر ہے اب صدائے خلافت

زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے
بقا عدل کی ہے بقائے خلافت

کسی کے لبوں پر قصائد جہاں کے
ہمارے لبوں پر ثنائے خلافت

رہے حشر تک وہ ثنا خوان اس کا
جسے اپنا جلوہ دکھائے خلافت

اندھیرے گھروں میں اُجالے ہوئے ہیں
گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

(ثاقب زیروی)

لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔''

اسی اشتہار میں آپ نے ہدایت فرمائی کہ بیعت کرنے والے اصحاب ۲۰/ مارچ کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۵۰ تا ۱۵۵)

چنانچہ اس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کو صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلّہ جدید میں بیعت لی اور حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحبؓ کی روایت کے مطابق بیعت کے تاریخی الفاظ کے لئے ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس کا نام بیعت توبہ برائے تقویٰ وطہارت، رکھا گیا۔

اس زمانہ میں حضور علیہ السلام بیعت کرنے کے لئے ایک کمرے میں ہر ایک کو الگ الگ بلاتے تھے اور بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلی بیعت آپ نے حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی لی۔ بیعت کرنے والوں کو نصائح فرماتے ہوئے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

''اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہئے۔ کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔''

''ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اسباب اس حد تک کرنی چاہئے کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل بایار والی بات ہونی چاہئے''۔

آپ فرماتے ہیں: '' دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نباہنا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپروا کر دے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔''

فرمایا: '' فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔'' (ذکر حبیب صفحہ ۴۳۶ تا ۴۳۹)

مارچ ۱۹۰۳ء میں۔ عید کا دن تھا، چند احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا:

'' دیکھو جس قدر آپ لوگوں نے اس وقت بیعت کی ہے (لگتا ہے بیعت کے لئے لوگ آئے ہوئے تھے) اور جو پہلے کر چکے ہیں ان کو چند کلمات بطور نصیحت کے کہتا ہوں۔ چاہئے کہ اسے پوری توجہ سے سنیں۔

آپ لوگوں نے یہ بیعت، بیعتِ توبہ کی ہے۔ توبہ دو طرح ہوتی ہے۔ ایک تو گزشتہ گناہوں سے یعنی ان کی اصلاح کرنے کے واسطے جو کچھ پہلے غلطیاں کر چکا ہے ان کی تلافی کرے اور حتی الوسع ان بگاڑوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور آئندہ کے گناہوں سے باز رہنا اور اپنے آپ کو اس آگ سے بچائے رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ سے تمام گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ توبہ صدق دل اور خلوص نیت سے ہو اور کوئی پوشیدہ دغا بازی دل کے کسی کونہ میں پوشیدہ نہ ہو۔ وہ دلوں کے پوشیدہ اور مخفی رازوں کو جانتا ہے۔ وہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ پس چاہئے کہ اس کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کی جاوے اور صدق سے، نہ نفاق سے، اس کے حضور توبہ کی جاوے۔ توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بے فائدہ چیز نہیں ہے اور اس کا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور دین دونوں سنور جاتے ہیں۔ اور اسے اس جہان میں اور آنے والے جہان دونو میں آرام اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔'' (ملفوظات۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸)

اب مَیں جو دس شرائط بیعت ہیں ان کو تھوڑا تفصیل سے بیان کروں گا۔ ان میں چند شرائط لی ہیں پوری تو بیان نہیں ہو سکتیں۔

شرائط بیعت میں شرط اول، پہلی شرط یہ ہے کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو شرک سے مجتنب رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورۃ النساء آیت ۴۹ میں ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا﴾ ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا اس کو کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ اختراع کیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں: '' اسی طرح پر خدا نے قرآن میں فرمایا ﴿وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ﴾ یعنی ہر ایک گناہ کی مغفرت ہو گی مگر شرک کو خدا نہیں بخشے گا۔ پس شرک کے نزدیک مت جاؤ اور اس کو حُرمت کا درخت سمجھو۔

پھر فرمایا: یہاں شرک سے صرف یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جائے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی پرستش کی جاوے اور معبودات دنیا پر زور دیا جاوے۔ اسی کا نام شرک ہے۔

پھر قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ ۔اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب وہ اسے نصیحت کر رہا تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا یقیناً شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

ایک حدیث ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت میں شرک کا خدشہ تھا۔

عبادہ بن نسی نے ہمیں شداد بن اوس کے بارہ میں بتایا کہ وہ رو رہے تھے۔ انہیں پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا۔ مجھے ایک ایسی چیز یاد آ گئی تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس پر مجھے رونا آ گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپؐ نے فرمایا۔ میں اپنی امت کے بارہ میں شرک اور مخفی خواہشوں سے ڈرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک میں مبتلا ہو جائے گی؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! البتہ میری امت شمس و قمر، بتوں اور پتھروں کی عبادت تو نہیں کریں گے۔ مگر اپنے اعمال میں ریاء سے کام لیں گے اور مخفی خواہشات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی روزہ دار ہونے کی حالت میں صبح کرے گا پھر اس کو اس کی کوئی خواہش معارض ہو گئی تو وہ روزہ ترک کر کے اس خواہش میں مبتلا ہو جائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد۴ صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ بیروت)

گو جس طرح اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ظاہری شرک، بتوں، مورتیوں، چاند کی عبادت کر کے نہ بھی ہو تو ریاء اور خواہشات کی پیروی بھی شرک ہے۔ اگر ایک ماتحت اپنے افسر کی اطاعت سے بڑھ کر خوشامد کی حد تک اس کے آگے پیچھے پھرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس سے میری روزی وابستہ ہے تو یہ بھی شرک کی ہی ایک قسم ہے۔ اگر کسی کو اپنے بیٹوں پر ناز ہے کہ میرے اتنے بیٹے ہیں اور یہ بڑے ہو رہے ہیں اور کام پر لگ جائیں گے، کمائیں گے، مجھے سنبھالیں گے اور اب مَیں آرام سے اپنی بقیہ عمر گزاروں گا۔ یا میرے ان جوان بیٹوں کی وجہ سے میرے شریک میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ برصغیر میں شریکے کی بلکہ تیسری دنیا ساری میں ایک رسم ہے بڑی گندی۔ میرے شریک میرا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مکمل انحصار ان بیٹوں پر ہے۔ اور وہ ناخلف نکلتے ہیں یا کسی حادثہ میں فوت ہو جاتے ہیں یا معذور ہو جاتے ہیں تو ایسے شخص کے تو تمام سہارے ختم ہو گئے۔

تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہیں اور دل میں ہزاروں بت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے۔ ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بت پرست ہے۔ بت صرف وہی نہیں ہیں جو سونے یا چاندی یا پیتل یا پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے اور ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دی جائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بت ہے۔ .... یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو، خواہ انسان ہو، خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا۔ کوئی مُعِزّ اور مُذِلّ خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا۔ اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلل اسی سے خاص کرنا۔ اپنی امیدیں اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار دینا۔ اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا۔ اور اسی میں کھوئے جانا''۔ (سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۹، ۳۵۰)

تو اس کی پہلے مَیں نے مختصر وضاحت کر دی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اس ضمن میں فرماتے ہیں:

'' اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے کسی اسم، کسی فعل اور کسی عبادت میں غیر کو شریک کرنا، یہ شرک ہے۔ اور تمام بھلے کام اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لئے کرے اس کا نام عبادت ہے۔ لوگ مانتے ہیں کہ کوئی خالق خدا تعالیٰ کے سوا نہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ موت اور حیات خدا تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں اور قبضۂ اقتدار و اختیار میں ہے۔ یہ مان کر بھی دوسرے کے لئے سجدہ کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔ عبادت الٰہی کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے روزوں کو چھوڑ کر دوسروں کے روزے رکھتے اور خدا تعالیٰ کی نمازوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے غیر اللہ کی نمازیں پڑھتے ہیں اور ان کے لئے زکوٰتیں دیتے ہیں۔ ان اوہام باطلہ کی بیخ کنی کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔'' (خطبات نور صفحہ ۷۔۸)

شرائط بیعت میں سے دوسری شرط یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

اس ایک شرط میں نو قسم کی برائیاں بیان کی گئی ہیں کہ ہر بیعت کرنے والے کو، ہر ایک شخص کو جو اپنے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ان برائیوں سے بچنا ہے۔ اصل میں تو سب سے بڑی برائی جھوٹ ہے۔ اس لئے جب کسی شخص نے آنحضرت ﷺ سے یہ کہا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت کریں جس پر مَیں عمل کر سکوں کیونکہ میرے اندر بہت ساری برائیاں ہیں اور تمام برائیوں کو مَیں چھوڑ نہیں سکتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے اور کبھی جھوٹ نہیں بولو گے۔ اس وجہ سے ایک ایک

کر کے اس کی ساری برائیاں چھوٹ گئیں کیونکہ جب بھی اسے کسی برائی کا خیال آیا اور ساتھ ہی یہ خیال آتا کہ جب پکڑا گیا تو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوں گا۔ جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کیا ہے۔ سچ بولا تو یا تو شرمندگی ہوگی یا سزا ملے گی۔ اس طرح آہستہ آہستہ کر کے اس کی تمام برائیاں ختم ہو گئیں۔ اصل میں تو جھوٹ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اب اس کی مزید وضاحت مَیں کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَاُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحج: ۳۱)۔

ترجمہ ہے۔ اور جو بھی اُن چیزوں کی تعظیم کرے گا جنہیں اللہ نے حرمت بخشی ہے تو یہ اس کے لئے اس کے ربّ کے نزدیک بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے چوپائے حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جن کا ذکر تم سے کیا جاتا ہے۔ پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

شرک کے ساتھ ہی جھوٹ بھی ملایا گیا۔ پھر فرمایا: ﴿اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ﴾ (الزمر: ۴)

خبردار! خالص دین ہی اللہ کے شایانِ شان ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اُس کے سوا دوست اپنا لئے ہیں (کہتے ہیں کہ) ہم اس مقصد کے سوا اُن کی عبادت نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہوئے قرب کے اونچے مقام تک پہنچا دیں۔ یقیناً اللہ اُن کے درمیان اُس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ اللہ ہرگز اُسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) سخت ناشکرا ہو۔

مسلم کی ایک حدیث ہے۔ عبداللہ بن عمرو ابن عاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار باتیں ایسی ہیں جو جس میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے ایک بات پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔

(۱) جب وہ گفتگو کرتا ہے تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے۔ جب وہ باتیں کر رہا ہوتا ہے تو اس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے اور جھوٹی باتیں کر رہا ہوتا ہے۔

(۲) اور جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کا مرتکب ہوتا ہے۔

(۳) اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے)۔

(۴) اور جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ سے کام لیتا ہے۔ یہ ساری باتیں جھوٹ سے تعلق رکھنے والی ہیں۔

پھر ایک حدیث ہے۔ حضرت امام مالک بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے۔ تمہیں سچائی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور نافرمانی جہنم تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں؟ کہ کہا جاتا ہے کہ اس نے سچ بولا اور فرمانبردار ہو گیا اور جھوٹ بولا تو مبتلاء فجور ہو گیا۔

(مؤطا امام مالک۔ باب ماجاء فی الصدق و الکذب)

پھر مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا آؤ مَیں تمہیں کچھ دیتا ہوں۔ (اب یہ تربیت کے لئے بہت ضروری ہے)۔ جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا آؤ مَیں تمہیں کچھ دیتا ہوں پھر وہ اس کو دیتا کچھ نہیں تو یہ جھوٹ میں شمار ہو گا۔ اب بچوں کی تربیت کے لئے دیکھیں مذاق مذاق میں بھی ایسی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف۔ اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف۔ اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

عبداللہؓ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ جنت کا عمل کیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: سچ بولنا۔ اور جب کوئی بندہ سچ بولتا ہے تو وہ فرمانبردار بن جاتا ہے۔ اور جب وہ فرمانبردار بن جاتا ہے تو حقیقی مومن بن جاتا ہے۔ اور جب کوئی حقیقی مومن ہو جاتا ہے تو انجامکار وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس شخص نے دوبارہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ دوزخ میں لے جانے والا عمل کون سا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جھوٹ۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے تو نافرمانی کرتا ہے اور جب کوئی نافرمانی کرتا ہے تو کفر کرتا ہے اور جب کوئی کفر پر قائم ہو جاتا ہے تو انجامکار وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رجس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ ﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحج: ۳۱) دیکھو یہاں جھوٹ کو بت کے مقابل رکھا ہے۔ اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بت ہی ہے۔ ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمّع سازی کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہانتک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت ان کو ہوگی۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کا خاصہ ہے سچائی ہے۔ انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا۔ اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے۔ اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں۔ سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو۔ جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں ہرج نہیں (کچھ حرج نہیں) اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اس کو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے۔ کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے؟ دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہو گا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ نخواہ جھوٹ بولے۔ پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہو گا۔ سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو۔ اس میں خدا کی تعلیم یہ ہے۔

﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾۔ (الحج آیت ۳۱) ﴿وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾۔ (البقرہ آیت ۲۸۳) ﴿وَلَا تَکْتُمُوْا الشَّھَادَۃَ وَ مَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ﴾۔ (البقرہ آیت ۲۸۴) ﴿وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی﴾ (الانعام آیت ۱۵۳)۔ ﴿کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ﴾ (النساء آیت: ۳)۔ ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ (المائدۃ آیت ۹)۔ ﴿وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾ (الاحزاب آیت ۳۶)۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر آیت ۴)۔ ﴿لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾۔ (الفرقان آیت ۷۳)

یہ بیان کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے

بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو۔ یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے۔ جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لئے بلائے جاؤ تو جانے سے انکار مت کرو۔ اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔ اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہے۔ اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو۔ حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔ جھوٹ مت بولو۔ اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے۔ یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ کو۔ اور چاہیئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے۔ سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائیں گے۔ ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں۔ اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۰۔۳۶۱)

پھر اسی شرط دوم میں زنا سے بچنے کی شرط ہے۔ تو اس بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً۔ وَسَآءَ سَبِیْلًا﴾ (بنی اسرائیل آیت ۳۳)۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

ایک حدیث ہے کہ محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے درج ذیل امور کی نصیحت کی، پھر ایک لمبی روایت بیان کی جس میں سے ایک نصیحت یہ ہے کہ عفت یعنی پاکدامنی اور سچائی، زنا اور کذب بیانی کے مقابلہ میں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”اور زنا کے قریب مت جاؤ۔ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو۔ جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو۔ اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ زنا کی راہ بہت بری ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے۔ اور تمہاری آخری منزل کیلئے سخت خطرناک ہے۔ اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۲)

آپ نے فرمایا ہے کہ ایسی چیزوں سے دور رہو جن سے خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو۔ نوجوانوں میں ہر جگہ میں بعض جگہ یہ عادت ہو جاتی ہے۔ فلمیں دیکھتے ہیں جو اس قابل نہیں ہوتیں۔ بڑی اخلاق سے گری ہوئی ہوتی ہیں۔ ان سے بھی بچنا چاہئے۔ یہ بھی زنا کی ایک قسم ہی ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے مزید فضلوں کے وارث بنیں

مہمانوں کی بھرپور خدمت اور انتظامات کی کامیابی پر کارکنان جلسہ شکریہ کے مستحق ہیں

(حمد اور شکر کے مضمون کا قرآن کریم، احادیث نبویہ ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں ایمان افروز بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ یکم/اگست ۲۰۰۳ء مطابق یکم/ظہور ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام اسلام آباد۔ ٹلفورڈ (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ﴾

(ابراہیم :۸)

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر و احسان ہے اور اس پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے کہ اس نے محض اور محض اپنے فضل سے جلسہ سالانہ یو کے کو بخیر و خوبی اختتام تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش ہوتی ہم نے دیکھی اور محسوس کی اور ہر ایک نے جس نے بھی ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا کے تمام ممالک میں جہاں جہاں بھی اس جلسہ کی کارروائی دیکھی اور سنی یہی اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم نے نازل ہوتے دیکھا۔ الحمدللہ، الحمدللہ۔ یہ سب اسی حقیقی اسلامی تعلیم کا حصہ ہے اور اسی کی وجہ سے ہے جو اس زمانے میں ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ آج تمام اسلامی دنیا میں سوائے جماعت احمدیہ کے کسی کو یہ پتہ ہی نہیں، علم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے کیا طریق ہیں۔ اور پھر اپنے وعدوں کے مطابق خدا تعالیٰ اپنے فضلوں کو کس طرح بڑھاتا ہے اور بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ جماعت نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کیں۔ اس کا فضل مانگا، اس کا رحم مانگا۔ اس کے حضور جھکے، اپنے اندر خلافت کی نعمت کو قائم رکھنے کے لئے بے انتہا تڑپے۔ نتیجۃً وہ خدا جو اپنے بندے سے بے انتہا پیار کرنے والا خدا ہے، جو بندے کے ایک قدم آگے کی طرف بڑھانے سے کئی قدم اس کی طرف بڑھتا ہے۔ اس خدا نے جو سچے وعدوں والا خدا ہے اپنے بندوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدلا۔ وہ خدا جو سب طاقتوں کا مالک ہے، وہ خدا جو مٹی کے ذرے سے بھی کام لینے کی طاقت رکھتا ہے، وہ خدا جو ایک تنکے میں بھی فولاد کے شہتیر سے بھی زیادہ مضبوطی پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس نے ہم پر رحم فرمایا اور احمدیت کے قافلہ کو پھر سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں کر دیا۔ اس پر ہر احمدی نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر اپنے سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دئے۔ اپنی وفاؤں کو انتہا تک پہنچایا اور خلافت کے قیام کے لئے اپنے وعدوں کو پورا کیا۔ اس خدا نے بھی جماعت کی اس شکر گزاری کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے جماعت پر اپنے فضلوں کی بارش اور تیز کر دی۔ اور یہ بارش کوئی رکنے والی بارش نہیں۔ اور یہ بارش انشاء اللہ برسے گی اور برستی رہے گی کیونکہ یہ ہمارے رب کا اعلان ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو مَیں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا۔ پس اپنی وفاؤں، اپنی دعاؤں اور اپنے مولا کے حضور اپنے شکر گزاری کے جذبات کے اظہار سے، اس کے فضلوں کی برستی بارش کو کبھی رکنے نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں متورّم ہو کر پھٹ جاتے۔ ایک دفعہ مَیں نے آپؐ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپؐ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف فرما دئے ہیں یعنی ہر قسم کی غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: کیا مَیں یہ نہ چاہوں کہ اپنے ربّ کے فضل و احسان پر اس کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الفتح)

یہ شکر و احسان کے جذبات، اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں، اس کی حمد سے اپنی زبانیں تر رکھنا صرف جماعتی طور پر فضلوں اور رحمتوں کے نازل ہونے کے لئے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہے ہر شخص سے جس کی انفرادی زندگی میں بھی، جس کی خاندانی زندگی میں بھی اس شکر کے طفیل ہر مومن پر اپنے فضلوں کی بارش برساتا ہے اور اپنے فضلوں کا وارث بناتا ہے۔ پس ہر شخص کو اپنی بھلائی کے لئے بھی، اپنی ترقیات کے لئے بھی، اپنے خاندان کی بھلائی کے لئے بھی، اپنی نسلوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے بھی شکر نعمت کرتے رہنا چاہئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن غنّام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت یہ کہا کہ اے اللہ جو بھی نعمت مجھے ملی وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور تمام تعریفیں اور شکر تیرے ہی لئے ہیں۔ تو گویا اس نے اپنے دن کا شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے اسی طرح شام کے وقت دعا کی تو اس نے اپنی رات کا شکر ادا کر دیا۔

(سنن أبی داؤد، کتاب الأدب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سیکھی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ۔ اے میرے اللہ! تُو مجھے توفیق دے کہ مَیں تیرے شکر کا حق ادا کر سکوں اور کثرت سے تیرا ذکر کر سکوں اور تیری باتوں پر عمل کر سکوں اور تیرے احکام کی پابندی کر سکوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مَیں بکثرت یہ دعا مانگتا ہوں۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حمد شکر کا سرچشمہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الدعوات)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض عربی اشعار کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

اے وہ ذات جس نے اپنی نعمتوں سے اپنی مخلوق کا احاطہ کیا ہوا ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تعریف کی طاقت نہیں ہے۔ مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر، اے میری پناہ! اے حزن و کرب کو دور فرمانے والے! میں تو مر جاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ (قبر کی) مٹی میں بھی تیرے ذکر کے ساتھ ہی میری آواز جانی جائے گی۔ میری آنکھ نے تجھ سا (کوئی) محسن نہیں دیکھا۔ اے احسانات میں وسعت پیدا کرنے والے اور اے نعمتوں والے! جب میں نے تیرے لطف کا کمال اور بخششیں دیکھیں تو مصیبت دور ہو گئی اور (اب) میں اپنی مصیبت کو محسوس ہی نہیں کرتا۔ (منن الرحمٰن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: بندہ جب اپنے ارادوں سے علیحدہ ہو جائے اور اپنے جذبات سے خالی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے طریقوں اور اس کی عبادات میں فنا ہو جائے اور اپنے اس ربّ کو پہچان لے جس نے اپنی عنایات کے ساتھ اس کی پرورش کی اور وہ اس کی تمام اوقات حمد کرتا رہے اور اس سے پورے دل بلکہ اپنے تمام ذرّات سے محبت کرے تو اس وقت وہ عالموں میں سے ایک عالَم ہو جائے گا۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام اَعْلَمُ الْعَالَمِيْن کی کتاب میں اُمّت رکھا گیا ہے"۔ (اعجاز المسیح صفحہ ۱۳۴۔ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۳۴-۳۵)

جب انسان، ایک مومن انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو پھر بے اختیار اس کی توجہ حمد کی طرف ہو جاتی ہے کیونکہ ہماری شکرگزاری اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی، جس کے فضل بے انتہا اور لاتعداد ہیں۔ ان کا شکر ممکن ہی نہیں۔ تو یہ بھی اس کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے اپنی حمد کے طریقے بھی ہمیں سکھلا دئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''حمد کے معنی تعریف کے ہیں۔ عربی میں تعریف کے لئے کئی الفاظ آتے ہیں۔ حمد، مدح، شکر، ثنا۔ اللہ تعالیٰ نے حمد کا لفظ چنا ہے جو بلاوجہ نہیں۔ شکر کے معنی احسان کے اقرار اور اس پر قدردانی کے اظہار کے ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہو تو صرف قدردانی کے معنی ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حمد اس سے زیادہ مکمل لفظ ہے کیونکہ حمد صرف احسان کے اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ ہر حسین شے کے حسن کے احساس اور اس پر اظہار پسندیدگی اور قدردانی کا نام بھی ہے۔ پس یہ لفظ زیادہ وسیع ہے''۔ (تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جلد اول صفحہ ۱۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''الحمد ایک جامع دعا ہے اور اس کا مقابلہ کوئی دعا نہیں کر سکتی۔ نہ کسی مذہب نہ کسی احادیث کی دعائیں''۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۱ صفحہ ۴۳۴)

پھر آپؓ مزید فرماتے ہیں: ''عمدہ دعا الحمدُ ہے۔ اس میں ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ دونوں ترقی کے فقرے موجود ہیں''۔ (بدر ۳۱/۱ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی صاحب اقتدار شریف ہستی کے اچھے کاموں پر اس کی تعظیم وتکریم کے ارادہ سے زبان سے کی جائے۔ اور کامل ترین حمد ربّ جلیل سے مخصوص ہے۔ اور ہر قسم کی حمد کا مرجع خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہمارا وہ ربّ ہے جو گمراہوں کو ہدایت دینے والا اور ذلیل لوگوں کو عزت بخشنے والا ہے۔ اور وہ محمودوں کا محمود ہے (یعنی وہ ہستیاں جو خود قابل حمد ہیں، وہ سب اس کی حمد میں لگی ہوئی ہیں)۔ اکثر علماء کے نزدیک لفظ شکر، حمد سے اس پہلو میں فرق رکھتا ہے کہ وہ ایسی صفات سے مختص ہے کہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے والی ہوں اور لفظ مدح لفظ حمد سے اس بات میں مختلف ہے کہ مدح کا اطلاق غیر اختیاری خوبیوں پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ امر فصیح و بلیغ علماء اور ماہر ادباء سے مخفی نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا ہے نہ کہ شکر اور مدح سے۔ کیونکہ لفظ حمد ان دونوں الفاظ کے مفہوم پر پوری طرح حاوی ہے۔ اور وہ ان کا قائمقام ہوتا ہے مگر اس میں اصلاح، آرائش اور زیبائش کا مفہوم ان سے زائد ہے۔ چونکہ کفار بلاوجہ اپنے بتوں کی حمد کیا کرتے تھے اور وہ ان کی مدح کے لئے حمد کا لفظ اختیار کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ معبود تمام عطایا اور انعامات کے سرچشمہ ہیں اور سخیوں میں سے ہیں۔ اسی طرح ان کے مُردوں کی ماتم کرنے والیوں کی طرف سے مفاخرشاری کے وقت بلکہ میدانوں میں بھی اور ضیافتوں کے مواقع پر بھی اسی طرح حمد کی جاتی تھی جس طرح اس رزاق متولی اور ضامن اللہ تعالیٰ کی حمد کی جانی چاہئے''۔ (کرامات الصادقین۔ صفحہ ۶۴۔۶۵)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ: ''......لفظ حمد میں ایک اور اشارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے (میرے) بندو! میری صفات سے مجھے شناخت کرو اور میرے کمالات سے مجھے پہچانو۔

سیٹلائٹ

میں ناقص ہستیوں کی مانند نہیں بلکہ میری حمد (کا مقام) انتہائی مبالغہ سے حمد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اور تم آسمانوں اور زمینوں میں کوئی قابل تعریف صفات نہیں پاؤ گے جو تمہیں میری ذات میں نہ مل سکیں۔ اور اگر تم میری قابل حمد صفات کو شمار کرنا چاہو تو تم ہرگز انہیں نہیں گن سکو گے۔ اگرچہ تم کتنا ہی جان توڑ کر سوچو اور اپنے کام میں مستغرق ہونے والوں کی طرح ان صفات کے بارہ میں کتنی ہی تکلیف اُٹھاؤ۔ خوب سوچو کیا تمہیں کوئی ایسی حمد نظر آتی ہے جو میری ذات میں نہ پائی جاتی ہو۔ کیا تمہیں ایسے کمال کا سراغ ملتا ہے جو مجھ سے اور میری بارگاہ سے بعید ہو۔ اور اگر تم ایسا گمان کرتے ہو تو تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں اور تم اندھوں میں سے ہو''۔ (کرامات الصادقین۔ صفحہ ۶۵۔۶۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:- ''تمام محامد جو عالم میں موجود ہیں اور مصنوعات میں پائی جاتی ہیں۔ وہ حقیقت میں خدا کی ہی تعریفیں ہیں اور اسی کی طرف راجع ہیں کیونکہ جو خوبی مصنوع میں ہوتی ہے۔ وہ حقیقت میں صانع کی ہی خوبی ہے یعنی آفتاب دنیا کو روشن نہیں کرتا حقیقت میں خدا ہی روشن کرتا ہے اور چاند رات کی تاریکی نہیں اٹھاتا حقیقت میں خدا ہی اُٹھاتا ہے اور بادل پانی نہیں برساتا حقیقت میں خدا ہی برساتا ہے۔ اسی طرح جو ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہی بینائی ہے اور جو کان سنتے ہیں وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہی شنوائی ہے اور جو عقل دریافت کرتی ہے وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہی دریافت ہے اور جو کچھ آسمان کے اور زمین کے عناصر اوصاف جمیلہ دکھا رہے ہیں اور ایک خوبصورتی اور تروتازگی جو مشہود ہو رہی ہے حقیقت میں وہ اسی صانع کی صفت ہے جس نے کمال اپنی صفت کاملہ سے ان چیزوں کو پہنایا ہے اور پھر بنانے پر ہی انحصار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ ایک رحمت شامل رکھی ہے، جس رحمت سے اس کا بقا اور وجود ہے۔ اور پھر صرف اس پر ہی اختصار نہیں کیا بلکہ ایک چیز کو اپنے کمال اعلیٰ تک پہنچایا ہے۔ جس سے قدر و قیمت اس شے کی کھل جاتی ہے پس حقیقت میں محسن اور منعم بھی وہی ہے اور جامع تمام خوبیوں کا بھی وہی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے: **الحمدللّٰہ ربّ العلمین**۔'' (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۴ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اُسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے''۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء۔ صفحہ ۶۳)

آپؑ مزید فرماتے ہیں: ''قصہ مختصر دعا سے، توبہ سے کام لو اور صدقات دیتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ تم سے معاملہ کرے''۔

(ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵ جدید ایڈیشن)

ایک حدیث ہے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکرگزار بندہ وہ ہے جو ان میں سے لوگوں کا سب سے زیادہ شکرگزار ہو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔ رقم ۶۴۸)

ایک اور مضمون میں اسی ضمن میں بیان کرنا چاہتا ہوں، بندوں کی شکرگزاری کا۔ اور اسی طرح ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی ناشکرگزار ہے۔ پس اسی لحاظ سے اب جلسے کے بعد مَیں ان تمام کارکنان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، ان کا شکرگزار ہوں جن میں ایک بہت بڑی تعداد نوجوانوں کی بھی ہے جنہوں نے رات دن ایک کر کے، انتھک محنت کر کے بڑی خوش اسلوبی سے تمام کاموں کو سرانجام دیا۔ انتظامیہ کے اندازہ سے کہیں زیادہ مہمانوں کی آمد کی وجہ سے تمام انتظامات درہم برہم ہونے کا خطرہ تھا۔ اور قدرتی طور پر ایسے حالات میں جب کہ موسم بھی قابل اعتبار نہ ہو۔ اور پہلے دن تو جیسا کہ سب نے دیکھا، تیز ہوا کی وجہ سے بعض ہلکی مارکیاں جو رہائش کے لئے لگائی گئی تھیں وہ بھی کھڑی نہ رہ سکیں۔ رہائش کی جگہ عمومی طور پر ویسے بھی تنگ ہو گئی۔ کھانے کا انتظام بھی متأثر ہو سکتا تھا بلکہ آخری دن روٹی پلانٹ بھی خراب ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ کچھ دیر بعد ٹھیک ہو گیا۔ تو قدرتی طور پر ایسے حالات میں Panic ہو جانا یا Panic پیدا ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں جو انہونی ہو۔ لیکن بے انتہا حمد و شکر کے جذبات سے اس پیارے خدا کے آگے سر جھک جاتے ہیں کہ جس نے کسی افراتفری کا ایسے حالات میں احساس بھی پیدا نہیں ہونے دیا اور پھر بے اختیار شکر کے جذبات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت کے اُن کارکنوں کے لئے بھی پیدا ہوتے ہیں جنہوں نے یورپ کے اس ماحول میں پرورش پائی، پلے بڑھے، لیکن پھر بھی بے انتہا قربانی کے جذبے کے تحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی مہمان نوازی میں حتی الوسع کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ پھر بعد میں صفائی کے کام کو بھی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا اور مجھے امید ہے کہ اب تک اسلام آباد کی گراؤنڈز کا علاقہ بھی صاف ہو چکا ہوگا۔ اللہ

تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، اپنے بے انتہا فضلوں سے نوازے۔ مجھے بڑی فکر تھی، طبعی طور پر مجھے فکر ہونی بھی چاہئے تھی۔ پہلا جلسہ تھا باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار اور فضل کے جلوے دکھائے اور دکھاتا چلا جا رہا ہے لیکن فکر یہ بھی تھی کہ کہیں کوئی بدانتظامی نہ ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بہت سے شاملین جلسہ نے اس طور پر اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر انتظامات گزشتہ سالوں سے بہت بہتر تھے۔ الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ ۔ اور ساتھ ہی مَیں جیسے کہ پہلے بھی تمام کارکنان کا شکریہ ادا کر چکا ہوں، دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری فکر کو دور کیا۔ مَیں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس شکرگزاری کے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لیکن اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو اور وہ احسان کرنے والے کو کہے کہ اللہ تجھے اس کی جزائے خیر دے، خیر اور اس کا بہترین بدلہ دے تو اس نے ثنا کا حق ادا کر دیا۔ یعنی ایک حد تک شکرگزاری کا فرض پورا کر دیا۔

اسی طرح مہمانوں نے کمال صبر و حوصلہ سے انتظامات میں کمیوں کو برداشت کیا اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے۔ جس طرح اس جلسہ میں تمام مہمانوں اور میزبانوں نے میرے لئے سکون کے سامان بہم پہنچائے، محبت و وفا کے معیار قائم کئے، اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں کو بھی اپنے فضلوں سے نوازتا رہے اور آپ کی جماعت اور خلافت سے یہ محبت ہمیشہ قائم رہے۔

آخر میں ایم ٹی اے کے کارکنوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ باہر سے متعدد خطوط آ رہے ہیں کہ بہت اچھے پروگرام تھے اور بہت احسن رنگ میں انہوں نے تمام کارروائی ہم تک پہنچائی۔ اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں: ’’مَیں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو مَیں اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مَیں اپنے اُس حقیقی آقا کے سوا دوسرے کا محتاج نہیں ہوں گا اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ فَالْحَمدُ لِلّٰہِ اوّلاً و اٰخرًا وظاھرًا و باطنًا ھو ولیّ فی الدنیا والاٰ خرۃ وھونعم المولیٰ ونعم النصیر ۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔ مَیں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اتروں گا۔ کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندرون کا جو اس کو علم ہے کسی کو بھی علم نہیں۔ اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہوں گے‘‘۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری میں شامل رکھے۔

پھر فرماتے ہیں: ’’ نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائیگی اور یہ سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔ مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو محو کر سکے۔ میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کو چلاوے اور بڑھاوے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔ ہر ایک مخالف کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے۔ مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسیٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بدقسمت وہ جو اس کو شناخت نہ کرے‘‘۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۹۵-۲۹۶)

بقیہ: براعظم افریقہ میں ہونے والی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا کی شمولیت از صفحہ نمبر ۸

ہے اس کے لئے یہ فورم شکریہ کا مستحق ہے۔

آپ نے بتایا کہ ۱۹۹۲ء میں بنائے جانے والے ملکی قانون کی رو سے غانا کے بعض اہم قومی اداروں میں Religious Bodies کو نمائندگی دینا لازمی ہے۔ یہ ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نیشنل میڈیا کمیشن (۲) غانا ایجوکیشن سروس کونسل (۳) غانا لائبریری بورڈ۔

نیشنل میڈیا کمیشن کے ممبران کی تعداد ۱۵ ہے۔ تین ممبران کا تعلق عیسائی فرقوں سے، ایک نمائندہ غیر احمدی مسلمانوں کی طرف سے جبکہ ایک نمائندہ کا تعلق احمدیہ مسلم مشن سے ہے۔

فرمایا غانا کا یہ قانون نہ صرف ملک میں مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر Religious Bodies کو قومی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرنے کی ذمہ داری سونپتا ہے۔ یہ مذہبی ادارے ملکی ترقی میں حکومت کے برابر کے پارٹنرز بنتے ہیں۔ آپ نے ان باڈیز کے ملکی ترقی میں ادا کئے جانے والے کردار پر بھی روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ مذہبی اداروں کی طرف سے ملک میں K.G.، پرائمری، مڈل اور سیکنڈری سکول کھولے گئے ہیں۔ اور حال ہی میں حکومت کی دعوت پر یونیورسٹی کالجز بھی کھولے گئے ہیں۔ اور صورت حال یہ ہے کہ اگر حکومت ملک میں پانچ یونیورسٹی کالجز چلا رہی ہے تو مذہبی ادارے ملک میں چار یونیورسٹی کالجز کو کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باڈیز حکومت کی کس طرح مدد کر رہی ہیں۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ Presbyterian Church of Ghana کے ماڈریٹر احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول کماسی کے پڑھے ہوئے ہیں اور آپ نے صاف اقرار کیا کہ اس سکول نے ملک میں مذہبی اختلاف برداشت کرنے اور مختلف مذاہب والوں کے درمیان محبت اور تعاون پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

اسی طرح مذہبی ادارے ملک میں ہسپتال اور کلینک چلا رہے ہیں۔ اور احمدیہ مسلم مشن نے ہومیو پیتھی کلینک بھی کھول رکھے ہیں اور یہ کلینک کھولنے کی توفیق صرف احمدیہ جماعت کو ملی ہے۔

آپ نے آخر پر بتایا کہ حکومت غانا نے حال ہی میں قومی مصالحتی کمیشن تشکیل دیا ہے جو ۹ ممبران پر مشتمل ہے۔ غانا کے کیتھولک بشپ اور جماعت احمدیہ غانا کے امیر اس کے ممبر ہیں۔ قومی مصالحتی کمیشن میں دو مذہبی سربراہوں کی موجودگی ان باڈیز کی ملکی سطح پر عظیم کامیابی ہے۔

اس موقع پر غانا احمدیہ مسلم مشن کے عنوان سے شائع شدہ ایک پمفلٹ بھی پیش کیا گیا۔ کانفرنس کی ایک مقررہ Miss Dekha Ibrahim Abdi تھیں جن کا تعلق صومالیہ سے تھا۔ وہ مذاہب کے درمیان تعاون اور مصالحت کی ماہر سمجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر کے دوران نفس لوامہ، نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کا ذکر کیا۔ انہیں مکرم امیر صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآرا کتاب ’’ اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ پیش کی تاکہ وہ نفس کی ان حالتوں کی مزید تفصیلات سے آگاہ ہوں۔

مکرم امیر صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’ پیغام صلح‘‘ میں مذاہب کے درمیان صلح کے لئے ایک اصول بیان فرمایا کہ دوسرے مذاہب کے پیغمبروں اور الہامی کتابوں پر توہین اور تکذیب سے حملے نہ کئے جائیں۔ یہ ایک ایسا زرّیں اصول ہے جس پر عمل پیرا ہو کر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ صلح و امن کے ساتھ ایک جگہ اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ حضور نے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو صلح کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

’’ چاہئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں ...... اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر وقوع میں آ سکتا ہے کہ صلح ہو جائے حالانکہ باہم مذہبی اختلاف صلح کے لئے ایک ایسا امر مانع ہے جو دن بدن دلوں میں پھوٹ ڈالتا جاتا ہے۔ مَیں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ درحقیقت مذہبی اختلاف صرف اس اختلاف کا نام ہے جس کی دونوں طرف عقل اور انصاف اور امور مشہودہ پر بنا ہو ورنہ انسان کو اسی بات کے لئے تو عقل دی گئی ہے کہ وہ ایک پہلو اختیار کرے جو عقل اور انصاف سے بعید نہ ہو اور امور محسوسہ مشہودہ کے مخالف نہ ہو۔ اور چھوٹے چھوٹے اختلاف صلح کے مانع نہیں ہو سکتے بلکہ وہی اختلاف صلح کا مانع ہوگا جس میں کسی کے مقبول پیغمبر اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تکذیب کے ساتھ حملہ کیا جائے............‘‘۔

(پیغام صلح صفحہ ۲)

حضور نے اس امر پر زور دیا کہ صلح کا ایک ہی طریق ہے کہ ہندو اور آریہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو سچا نبی مانیں اور توہین و تکذیب سے پرہیز کریں۔ اور ہم احمدی بھی ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے۔ آپ نے آخر پر تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

’’ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول ہے ۔ یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھو دے گا‘‘۔ (پیغام صلح صفحہ ۲۱)

اللہ کرے کہ دنیا زمانے کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر کان دھرے اور یہ دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ آمین۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: پچیس (۲۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: چالیس (۴۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: ساٹھ (۶۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
D† r nßnÚE

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

براعظم افریقہ میں ہونے والی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا کی شمولیت

(رپورٹ فھیم احمد خادم ۔ مبلغ سلسلہ ایسارچر۔ غانا)

آج سے ۲۳ سال قبل کی بات ہے کہ ۱۹۸۰ء میں جماعت احمدیہ غانا کی طرف سے کماسی میں پیشوایان مذاہب کا دن منایا گیا ۔یہ تقریب Prempeh Assembly Hall میں ہوئی۔اس میں ایک ہندو، بدھسٹ ،عیسائی پادری اور ایک احمدی مسلمان کی تقریر رکھی گئی۔ اس تقریب کی صدارت کوامے نکرومایونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کماسی کے وائس چانسلر نے کی۔ اس تقریب کے دوران احمدیہ جماعت غانا کے امیر و مشنری انچارج مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب نے شرکاء تقریب کے سامنے ایک تجویز رکھی کہ ملک میں Council of Religions قائم کی جائے جس میں ملک کے جملہ مذاہب کے نمائندگان کو شامل کیا جائے تاکہ ان کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کی جائے۔اس تجویز پر شرکاء مجلس نے اتفاق کیا۔چنانچہ اس کونسل کا دستور تیار کیا گیا اور حکومت کے کاغذات میں اس کی باقاعدہ رجسٹریشن کرائی گئی ۔اس کونسل کی موجودہ ترقی یافتہ صورت Forum of Religious Bodies کہلاتی ہے۔

یہ فورم حکومت کی سطح پر باقاعدہ ایک تسلیم شدہ ادارہ ہے جس کی نمائندگی بعض حکومتی کمیٹیوں میں بھی ہوتی ہے۔اس فورم میں مسلمانوں، عیسائیوں کے تمام فرقوں کی نمائندگی ہے ۔اس فورم کا مقصد ان نمائندوں کا مذہبی اختلاف کے باوجود یکجا ہوکر ملک میں امن وصلح کی تدابیر کرنا اور ملکی ترقی کے لئے غوروخوض کرنا ہے۔

آج کل دنیا میں بعض تنظیمیں امن کے قیام کے لئے کوشاں ہیں ۔ان میں سے ایک کا نام Inter-faith Action for Peace in Africa ہے ۔اس کے تحت افریقہ میں مذاہب کے درمیان امن و مصالحت کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ان کی کوشش ہے کہ امن کے قیام کے لئے مذہب کو بنیاد بنایا جائے۔اس تنظیم کے تحت ۱۴ر تا ۱۹ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو جوہانسبرگ ،جنوبی افریقہ میں ایک کانفرنس ہوئی جس کا عنوان تھا "Embracing the gift of Peace"۔اس تنظیم کے تحت امسال بھی ۲۶ر تا ۲۸ر مارچ ۲۰۰۳ء ، ایک کانفرنس کینیا کے شہر نیروبی میں منعقد ہوئی۔کانفرنس کی انتظامیہ نے غانا کے فورم آف ریلیجیس باڈیز کو بھی نمائندہ بھجنے کی دعوت دی۔ خدا کی عجیب شان دیکھیں کہ غانا میں احمدیت کو کتنی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ اس فورم نے جس کے ممبران میں عیسائی اور غیر احمدی مسلمان سب شامل ہیں ، بالاتفاق جماعت احمدیہ کے امیر و مشنری انچارج مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب کو کانفرنس میں غانا کا نمائندہ نامزد کیا۔ اَلْحَمْدُللّٰہ عَلٰی ذٰلک۔

مکرم ومحترم امیر صاحب نے اس ساری صورت حال سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو آگاہ کیا۔حضور نے ازراہ شفقت آپ کو کانفرنس میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی ۔کانفرنس نیروبی کے ہوٹل "Pan Afric" میں منعقد ہوئی ۔اسی ہوٹل میں شرکاء کے لئے رہائش کا بھی انتظام تھا۔کانفرنس کی مختصر روئیداد ہدیہ ٔ قارئین ہے۔

کانفرنس میں چاروں ریجنز یعنی مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، سنٹرل اور جنوبی افریقہ سے ۲۵ ممالک کے نمائندگان نے شرکت کی ۔کانفرنس میں اسلام، عیسائیت اور دیگر مذاہب کے سرکردہ راہنماؤں نے شرکت کی۔نمائندگان نے مذہب کے نام پر بدامنی اور اشتعال انگیزی کی وجوہات کا جائزہ لیا اور اس کے مؤثر حل بھی تجویز کئے۔اس ضمن میں پیش کئے گئے چند نکات درج ذیل ہیں۔

✵......عیسائی نمائندگان نے اس امر پر افسوس ظاہر کیا کہ بعض پادری بے احتیاطی سے اپنی تقاریر میں ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان چپقلش کو جنم دیتی ہیں ۔مثال کے طور پر جرمنی کے عیسائی مناد Rev.Bonnkey کی اشتعال انگیز تقاریر ہی تھیں جنہوں نے کینیا میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان فسادات پیدا کئے جن سے بے حد جانی و مالی نقصان ہوا۔

✵......South Africa میں نسل پرستی اور نسلی امتیاز "Apartheid" کے ظالمانہ نظام کی بھی مذمت کی گئی۔اس امر پر بھی افسوس ظاہر کیا گیا کہ اس نظام کو ماضی میں اس وقت کے Duch Reform Church نے بائبل کے حوالہ سے جائز قرار دیا تھا۔

✵...... یہ امر بھی نوٹ کیا گیا کہ عیسائی حضرات اپنی تبلیغی کارروائیوں کے لئے جو لفظ "Crusade" استعمال کرتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ یہ لفظ ماضی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی صلیبی جنگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اب آج اگر یہی لفظ بولیں گے تو ان جنگوں کی یاد دلائے گا اور نفرت اور انتقام کے جذبات اُبھارے گا ۔پس عیسائیوں کو چاہئے کہ اپنی تبلیغی کارروائیوں کے لئے اس لفظ کی بجائے کوئی اور لفظ استعمال کریں۔

✵......کانفرنس میں اس امر پر بھی زور دیا گیا کہ مذہب کا کام اختلاف پیدا کرنا نہیں ۔مذہب توامن وآشتی کا پیغامبر ہے۔مذہب کی بنا پر صلح اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہونی چاہئے۔

✵......کانفرنس کے دوران ایک ورکنگ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جس میں چاروں ریجنز سے ایک ایک نمائندہ لیا گیا۔ خدا کے فضل سے مغربی افریقہ کے لئے مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔ چاروں ریجنز کے ذمہ لگایا گیا کہ وہ اپنی کانفرنسز کا انعقاد کری جبکہ افریقہ بھر کی کانفرنس اگلے سال قاہرہ ،مصر میں ہوگی۔

مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب نے کانفرنس سے خطاب فرمایا۔قبل اس کے کہ خاکسار اس خطاب کے بعض نکات قارئین کے سامنے رکھے خاکسار چاہتا ہے کہ اس احمدیہ بھائی چارے کا بھی ذکر آجائے جس کا اظہار نیروبی میں ہوا۔

کانفرنس کی انتظامیہ کے علاوہ احمدیہ جماعت کینیا کے امیر ومشنری انچارج مکرم وسیم احمد صاحب چیمہ بھی چند احمدی افراد کے ساتھ استقبال کے لئے ائرپورٹ پہنچے۔ کانفرنس کے دوران وقت نکال کر مکرم چیمہ صاحب نے مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب کو احمدیہ مشن اور اس میں موجود کمپیوٹر سنٹر، کانفرنس ہال اور احمدیہ ہسپتال کی سیر کروائی ۔ یہ ہسپتال دو بڑے بڑے مکانات جو ایک ہی لائن میں ہیں پر مشتمل ہے ۔ یہ مکانات مکرم فرخ احمد صاحب مرحوم کے تھے جنہیں آپ نے جماعت کے لئے وقف کردیا ۔جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ایک مکان میں مکرم ڈاکٹر صاحب کی رہائش ہے اور دوسرے میں ہسپتال چل رہاہے۔ اس جگہ کی موجودہ قیمت اندازاً ایک ملین ڈالر ہے۔

مورخہ ۲۷ر مارچ کو جب کانفرنس کے دوران کچھ وقفہ ہوا تو جماعت احمدیہ کینیا کی طرف سے مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مبلغ انچارج غانا کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔مکرم امیر صاحب اپنے ساتھ مغربی افریقہ کے دو نمائندے جن کا تعلق سیرالیون اور نائیجیریا سے تھا بھی ساتھ لے گئے ۔ یہ دونوں سعودی عرب کے پڑھے ہوئے جید علماء تھے۔ اس استقبالیہ میں مجلس عاملہ کینیا سمیت کل پچاس افراد نے شرکت کی۔ سیرالیون اور نائیجیریا سے آنے والے غیر احمدی مسلمان علماء اس بھائی چارے اور محبت کو دیکھ کر بے حد متأثر ہوئے ۔حیران ہوئے کہ کس طرح دیار غیر میں غانا کے نمائندے کو ان کے ہم جماعتوں کی طرف سے شاندار استقبالیہ دیا جا رہاہے ۔ اور ان سے پیار ومحبت کا کھلم کھلا اظہار کیا جارہاہے۔ یہ بے چارے علماء کیا جانیں کہ یہ احمدیت کی برکت ہے۔ یہ وہ بھائی چارہ اور اخوت ہے جو اس زمانے میں مسیح موعودؑ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔زمانے کے امام کو ٹھکرانے والے اس محبت سے کبھی بھی حصہ نہیں پاسکتے ۔اس برکت کے وارث صرف اس امام مہدیؑ کے پیروکار ہیں۔وہ جہاں بھی جائیں گے احمدی بھائیوں کی محبت وپیار سے اپنی جھولیاں ضرور بھریں گے۔

مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب نے کانفرنس سے جو خطاب کیا اس کا خلاصہ پیش کرنا قارئین کے لئے ازحد مفید ہوگا۔آپ نے تقریر کا آغاز ایک دلچسپ اور سچے واقعہ سے کیا ۔فرمایا کہ ایک افریقن دوست ناردرن آئر لینڈ کی سیر پر گیا ۔ائرپورٹ سے نکلا تو ہوٹل کے لئے ٹیکسی کرایہ پر لی ۔ جونہی ٹیکسی میں بیٹھا تو ڈرائیور نے پوچھا میرے دوست کیا آپ کیتھولک ہیں یا پروٹسٹنٹ؟ اس دوست نے خاموش رہنے میں عافیت جانی ۔ اگر وہ کہے کہ کیتھولک ہے اور ٹیکسی ڈرائیور پروٹسٹنٹ نکلے تو اس کے لئے مسئلہ کھڑا ہوجائے گا۔ اگر وہ کہے پروٹسٹنٹ ہے اور ڈرائیور کیتھولک ہوا تو پھر بھی وہ مصیبت میں پھنس سکتا ہے۔اس کے دماغ نے فوری کام کیا اور وہ آہستگی سے ٹیکسی ڈرائیور سے یوں مخاطب ہوا کہ:”تم جانتے ہو کہ مَیں تو افریقہ سے آیا ہوں ۔افریقہ میں ایک بہت بڑا درخت ہے اور ہم سب اکٹھے اس کے نیچے عبادت کرتے ہیں ۔افریقن دوست کی قسمت اچھی تھی ۔ ڈرائیور اس جواب سے مطمئن ہوگیا اور خیریت سے اسے ہوٹل چھوڑ گیا۔

امیر صاحب نے فرمایا کہ ہے تو یہ سچا واقعہ۔ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی اتنا بڑا درخت ہو جس کے نیچے سارے افریقہ کے لوگ سما سکیں۔لیکن اس واقعہ سے ایک سبق ضرور ملتا ہے ۔ ہاں افریقہ ہی میں نہیں بلکہ تمام اہل دنیا ایک ہی آسمان کی چھت تلے رہتے ہیں اور ایک ہی سرزمین پر بستے ہیں۔ یہ دونوں زمین وآسمان اور ان کے اندر جو کچھ بھی ہے ایک ہی خدائے خالق کے پیدا کردہ ہیں۔ ہم سب اسی سے قوت وتوانائی اور غذا حاصل کرتے ہیں۔وہ رنگ ونسل، جنس اور عقیدہ کی بنیاد پر کسی انسان سے امتیازی سلوک نہیں کرتا۔ جب وہ بارش برساتا ہے تو عابد اور غیر عابد دونوں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔پس ہمارے دوست نے بالکل درست کہا تھا کہ ہم سب ایک ہی درخت کے نیچے عبادت کرتے ہیں۔

مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب نے "Forum of Religious Bodies" کا تعارف کروایا اور بتایا کہ اس فورم کی چھت تلے عیسائی اور مسلمان سب یکجا ہو کر کام کرتے ہیں ۔ یہ بات بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ آج کا فورم آف ریلیجیس باڈیز دراصل ۱۹۸۰ء میں شروع ہونے والی Council of Religions کی موجودہ ترقی یافتہ شکل ہے جس کا آغاز احمدیہ مسلم مشن اور نیشنل کیتھولک سیکریٹریٹ کی مشترکہ کوششوں سے ہوا تھا۔فورم کے ممبرز قومی مفاد کی خاطر اکٹھے ہوتے اور اخلاق، امن، اتحاد اور قومی ترقی کے معاملات پر تمام غانین کو مشترکہ پیغامات دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ کہنا بجا ہے کہ باہمی عزت واحترام کی روح اور مذاہب کے مابین تبادلہ خیالات اور تعاون کی جو خوشگوار فضا ہمارے ملک میں

باقی:صفحہ نمبر ۷ پر ملاحظہ فرمائیں

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام ۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے وابستہ

میری ذاتی یادیں

(صاحبزادی فائزہ لقمان)

{جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ سلمہا اللہ بنت سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ گاہ مستورات میں حضور رحمہ اللہ سے وابستہ اپنی ذاتی یادوں پر مشتمل جو خطاب فرمایا ذیل میں اسکا متن ھدیۂ قارئین ہے۔(مدیر)}

❁❁ ❁❁

الحمدللہ کہ آج مجھے اس بابرکت جلسہ پر آپ سے بات کرنے کا موقع مل رہا ہے۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں چاہتی ہوں کہ آج آپ کو بھی ان قیمتی اور خوبصورت یادوں میں اپنے ساتھ لے کر چلوں جو میرے پیارے ابّا کی یادیں ہیں جن سے آپ کا بھی وہی روحانی رشتہ تھا جو میرا تھا۔یعنی ایک انتہائی محبت کرنے والے شفیق باپ کا رشتہ۔یہ بات کہتے ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔خلافت کے بعد مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا تھا کہ ابّا جتنا پیار مجھ سے کرتے ہیں شائد اتنا یا اس سے بھی زیادہ ہر احمدی بچی سے کرتے ہیں۔مجھے یقین ہے کہ اس وقت آپ کا دل بھی میرے ساتھ یہی گواہی دے رہا ہوگا۔مگر مجھے خدشہ یہ ہے کہ میں کماحقہٗ آپ کی شخصیت کو بطور ایک بے نظیر باپ،آپ کے سامنے پیش بھی کر سکتی ہوں یا نہیں۔؟میرے پاس نہ وہ الفاظ ہیں اور نہ میری ذہنی استعدادیں اس مقام کو چھو سکتی ہیں جو حضور کا اصل مقام تھا۔میں تو اپنے سادہ الفاظ میں آپ کو چند واقعات سنانا چاہتی ہوں۔

آپ کی پہلی یاد جو میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ ایک خوبصورت ،مہربان اور مسکراتا ہوا وجود، ہاتھ میں دفتری کاغذات پکڑے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو دو چھوٹی بچیاں بھاگتی ہوئی جا کے ان سے لپٹ جاتی ہیں۔ان کو خوب علم ہے کہ یہی شخص اس گھر کی رونق اور تمام خوشیوں کا منبع ہے اور یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کے آنے سے ہمارے دن کا وہ حصہ شروع ہو جائے گا جو زندگی سے بھرپور ہے۔

حضورؒ کی شخصیت شروع سے ہی بیشمار خوبیاں اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ایک بہت چھوٹا بچہ بھی جس کا فہم ابھی ایسا تیز نہیں ہوتا کہ خوبیوں کا پوری طرح اندازہ کر سکے،لاشعوری طور پر آپ سے متاثر ہو جاتا تھا۔مجھے یاد ہے جب میں بہت چھوٹی تھی تو ایک خیال میرے دماغ میں بہت مضبوطی سے جڑ پکڑ گیا تھا کہ میرے ابّا بہت خاص شخصیت ہیں، بلکہ مجھے لگتا تھا کہ میرے ابّا جیسا انسان ساری دنیا میں اور کوئی نہیں۔ جب میں شعور کی عمر کو پہنچی تو مجھے احساس ہوا کہ واقعی ابّا میں ایسی بے نظیر خوبیاں تھیں جو اس خیال کا باعث بنیں ۔جب سے میں نے ہوش سنبھالا ،ابّا کو بہت پابندی سے نماز تہجد ادا کرنے والا پایا۔ہر صبح ابّا کی بہت پیاری خوبصورت تلاوت قرآن کریم ہمارے گھر کو روشن کر دیتی تھی۔نماز تو خیر ان کی روح کی غذا تھی ہی،کسی اور کو بھی نماز پڑھتے دیکھ لیتے تو چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا ۔اسی وجہ سے بچپن میں ہی یہ احساس ہم میں پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم نماز پڑھ لیں تو باقی بچپن کی نادانیاں اور شرارتیں قابل معافی ہیں۔جب کبھی باھر سے آتے تو پہلا سوال یہی کرتے کیا نماز پڑھ لی۔؟اگر جواب ہاں میں ہوتا تو وہ دن ہمارا ہوتا۔ابّا کا پیار ہمارے لئے چھلکنے لگتا۔صبح کی نماز کے لئے میری شادی ہونے تک آپ نے ہمیشہ خود مجھے اٹھایا۔بعض دفعہ نیند کا غلبہ ہوتا، اٹھانے کے باوجود دوبارہ سو جاتی۔حضور پھر آتے اور دوبارہ اسی پیار اور نرمی سے اٹھاتے۔مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی چڑ کر اس بات پر ڈانٹا ہو۔بار بار اٹھاتے یہاں تک کہ ہم اُٹھ کر نماز ادا کر لیتے۔

اس سے یہ مطلب نہیں کہ نماز کی پابندی کے لئے ہمیں ڈانٹ نہیں پڑی مگر صبح ہمیں اٹھاتے ہوئے کبھی چڑ کر نہیں ڈانٹا۔میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ حضورؒ کو کبھی بھی اپنی ذاتی تکلیف پر غصّہ نہیں آتا تھا۔آپ اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ اس عمر کی فطری مجبوری ہے کہ بچہ بار بار نیند سے مغلوب ہو کر سو جائے گا مگر جہاں تک خدا کے حکم کا تعلق ہے اگر نرمی سے بات نہ مانی جاتی تو غصّہ کا اظہار بھی کرتے تھے۔خاص طور پر رمضان المبارک کے موقع پر یا کبھی عام دنوں میں بھی نماز تہجد یا صبح کی نماز کے لئے اٹھاتے تو ساتھ ساتھ یہ بتاتے جاتے کہ کیا کیا دعائیں مانگو۔یہ دعائیں بنی نوع انسان کی بہتری سے شروع ہوتیں اور پھر تمام گزشتہ انبیاء،آنحضرت ﷺ،آپؐ کے خلفاءؓ، آپؐ کے صحابہؓ،تمام عالم اسلام ،حضرت اقدس مسیح موعودؑ،آپ کے خلفاء،شہداء،تمام قربانی کرنے والے،واقفین زندگی اور ان کے خاندان ،یتیموں ،بیواؤں ،اسیروں ،بیماروں ،غرباء کے بعد اپنے بزرگوں ،خاندان ،ماں باپ،بہن بھائیوں کے لئے دعا کی تلقین کے بعد آپ فرماتے کہ ’’پھر اپنے لئے دعا کرنا‘‘۔اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمیں چھوٹی عمر میں ہی کتنی تفصیل سے دعائیں سکھاتے تھے اور یہ رمضان میں تقریباً روزانہ کا معمول تھا۔روز اٹھانے کے بعد محبت سے بھری ہوئی نرم آواز میں ان تمام دعاؤں کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ابّا کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک عزیزہ نے حضورؒ کے بارہ میں مجھ سے ذکر کیا کہ فائزہ!مجھے حضرت صاحب سے بہت ڈر لگتا ہے اور اُن سے محبت بھی بہت ہے۔یہی چیز میں نے بھی آپ کی شخصیت میں دیکھی اور محسوس کی۔آپ ہم سے بے حد محبت کرتے تھے مگر اس کے باوجود آپ کا ایک عجیب رعب ہم پر ہمیشہ رہا۔مگر یہ رعب ایسا نہیں تھا جو ہمیں ان سے دور کرتا۔آپ انتہائی بے تکلف انسان تھے۔اپنے بیوی بچوں سے دوستوں کی طرح معاملہ کرتے تھے۔ویسے تو ابّا کے پاس اپنے گھر اور بیوی بچوں کے لئے بہت محدود سا وقت ہوتا تھا کیونکہ آپ کی جماعتی مصروفیات خلافت سے پہلے بھی آپ کی زیادہ تر توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں مگر جب بھی ابّا گھر ہوتے اور ان کے پاس وقت ہوتا تو ہمارے ذہن اور عمر کے مطابق ہر چیز ہم سے Share کرتے۔ہمارے ساتھ مل کر کھیلتے بھی تھے۔

ہماری ہر دلچسپی کی بات میں حصّہ لیتے۔ مجھے بچپن سے شاعری سے لگاؤ ہے۔حضورؒ نے خود مجھے بہت سے شاعروں کی غزلیں سنائیں۔ہر شعر پر رُک رُک کر اس کی تشریح بھی کرتے۔بعض دفعہ شعر سے زیادہ اس کی تشریح خوبصورت ہوتی۔اس طرح میرے شوق کو اپنی توجہ اور بے حد دلچسپی سے ابھارتے تھے ۔اس موقع پر مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے جب میں بہت چھوٹی سی تھی تو چونکہ مجھے شاعری کا شوق تھا ،میں نے ایک شعر لکھا جو میری عمر کے لحاظ سے بالکل بچوں والا تھا۔اگر میں آپ کو سناؤں تو آپ ہنسیں گی۔ میری بہن شوکی جو میرے ساتھ کھیل رہی تھی اس کو بھی بہت پسند آیا اور خوش ہوئی کہ میں نے شعر کہا ہے۔اس نے کوئلہ سے میرے کمرے کی دیوار پر جس پر سفید پینٹ ہوا تھا یہ شعر لکھ دیا۔ابّا گھر آئے اور یہ شعر پڑھا تو بہت خوش ہوئے، ہنسے اور اسے بہت انجوائے کیا۔چھ ماہ کے بعد ہمارے گھر پینٹ ہو رہے تھے تو ابّا نے امی سے کہا کہ اس دیوار کو پینٹ نہیں کروانا۔مجھے یاد ہے جب تک ہمارا نیا گھر نہیں بنا غالبًا پانچ چھ سال بعد تک ،ابّا نے وہ دیوار پینٹ نہیں کروائی، مجھے اب بھی دیوار پر لکھا ہوا وہ شعر یاد آتا ہے۔

ہمیں زمینوں پر جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر جاتے۔وہاں فصلوں کے متعلق اور زمینوں کی دیکھ بھال کے بارہ میں ہمیں بتایا کرتے۔شائد ایک عام انسان چھوٹی بچیوں سے ایسی گفتگو غیر ضروری خیال کرے۔لیکن ابّا ہم سے ہر وہ بات کرتے تھے جو آپ کی زندگی کا حصّہ ہوتی تھی۔کیونکہ آپ کو یہ نکتہ خوب معلوم تھا کہ بچے کے ذہن پر ہر چیز نقش ہو رہی ہوتی ہے اور اپنے وقت پر باہر آتی ہے۔یہ بھی آپ کی تربیت کا ایک انداز تھا۔رات سونے سے پہلے ہمیں کہانیاں سناتے تھے جو ہمیشہ قرآن کریم سے اخذ کی ہوتی تھیں۔میں نے بچپن میں سب نبیوں کے واقعات جو قرآن کریم میں آتے ہیں حضورؒ سے کہانیوں کی شکل میں سنے ہیں۔

بچوں کی تربیت کا کیا خوبصورت انداز تھا۔ یہی نصیحت آپ نے خلافت کے بعد احمدی ماؤں کو کی کہ بچوں کو کہانیوں کی شکل میں قرآن کریم کے واقعات سنایا کریں۔یہ بات جہاں ان کے دل میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرے گی وہاں وہ خوبیاں بھی پیدا کرے گی جو قرآن نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی صورت میں مثال کے طور پر ہمارے سامنے پیش کی ہیں۔

حضورؒ کی طبیعت میں سادگی اور سچی انکساری آپ کی شخصیت کا خوبصورت اور نمایاں پہلو تھیں۔آپ ہمیشہ اپنے ذاتی کام خود کر لیا کرتے تھے۔ گھر میں کام کرنے والوں کی موجودگی کے باوجود کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرنا عار نہ سمجھتے تھے۔خلافت سے پہلے بعض دفعہ اپنے کپڑے بھی خود دھو لیتے تھے ۔خلافت کے بعد مصروفیت کی وجہ سے ایسے کام تو نہیں کرتے تھے مگر اپنا ناشتہ بیماری شروع ہونے تک خود ہی بنا لیتے تھے۔حسب ضرورت ہر قسم کا کام کر لیتے، چیزیں بھی مرمت کر لیتے۔میں نے بارہا ابّا کو گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزیں خود مرمت کرتے دیکھا ہے۔ابّا نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جب میں انگلینڈ میں پڑھتا تھا تو میں نے ساری ساری رات مزدوری کی ہوئی ہے۔بہت بھاری سامان مزدوروں کی طرح اپنی کمر پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کیا کرتا۔یہ بھی بتایا کہ بعض دفعہ اتنی محنت کرتا تھا کہ گھر جا کر بخار ہو جاتا مگر اگلی صبح پھر وہی کام کرنے پہنچ جاتا۔ابّا کی انکساری اس لحاظ سے غیر معمولی تھی کہ آپ نے آنکھ ہی خلیفۂ وقت کے گھر کھولی تھی۔قادیان کا تمام ماحول ان بچوں کے لئے محبت سے بھرا ہوا تھا اور ایسے ماحول میں غالب امکان تھا کہ اپنی ذات کو برتر سمجھنے کا احساس پیدا ہو جاتا مگر اس کے برعکس میں نے ایسی انکساری کسی اور میں نہیں دیکھی جیسی آپ میں تھی۔

حضورؒ کو ہر شخص کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور ان سے استفادہ کرنے اور صحیح رُخ پر لانے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔خواہ وہ شخص کوئی معمولی اور کم فہم کا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔مجھے یاد ہے بچپن میں ابّا اپنی ڈاک دیکھنا شروع کرتے تو آپ کے قرب میں ساتھ بیٹھنے کی خواہش میں، میں آپ کے ساتھ بیٹھ جاتی اور آپ کے کاغذات کو چھیڑنے لگتی۔اس پر حضورؒ نے مجھے کہا کہ تم میری پرائیویٹ سیکرٹری بن جاؤ۔جس طرح میں بتاؤں، میرے کاغذات ترتیب سے لگایا کرو۔ بجائے اس کے کہ مجھے کاغذات چھیڑنے پر ڈانٹ کر اٹھا دیا جاتا مجھے اپنا پرائیویٹ سیکرٹری کہہ کر دل خوش کر دیا بلکہ ایک احساسِ ذمہ داری بھی پیدا کر دیا۔میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا میں واقعی آپ کی کچھ مدد کرتی بھی تھی یا صرف کاغذات ادھر اُدھر بکھیرنے میں ہی مصروف رہتی مگر حضورؒ رات کو اگر میں موجود نہ ہوتی تو پیار سے آواز دے کر بلاتے کہ آج میری پرائیویٹ سیکرٹری کہاں ہے۔؟

حضورؒ نے ہمیں خود تیرنا بھی سکھایا۔ ہمارے لئے اپنی زمینوں پر چھوٹا سا سوئمنگ پول بھی بنوایا کہ ہم باپردہ جگہ میں آرام سے تیراکی سے لطف اندوز ہو سکیں۔گھوڑ سواری بھی حضورؒ نے خود ہمیں سکھائی۔ ہمارے سواری کرنے پر بہت خوش ہوتے۔ اسی طرح ابّا کی خواہش تھی کہ ہم نشانہ بازی بھی سیکھیں۔ بلکہ اس میں مہارت بھی پیدا کریں۔یہاں تک کہ سائیکل چلانا بھی ابّا نے مجھے خود سکھایا ہوا ہے۔ یہ بات کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ ابّا نے ہم میں

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

کبھی یہ احساس پیدا نہیں ہونے دیا کہ ہم لڑکیاں ہیں اور اس وجہ سے بعض سرگرمیوں میں حصہ لینا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔ پردہ کی حدود میں رہتے ہوئے ہر صحتمند سرگرمی کو نہ صرف پسند فرماتے تھے بلکہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ ہم اس میں حصہ بھی لیں۔

مجھے یاد ہے جب میری بہن مونا کی پیدائش متوقع تھی تو ظاہر ہے چونکہ ہمارا بھائی نہیں تھا اس لئے ابّا کو فطری خواہش تھی کہ بیٹا ہو۔ ہمیشہ مجھے نماز کے لئے اٹھاتے ہوئے کہتے تھے بھائی کے لئے دعا کرنا۔ لیکن جب مونا پیدا ہوئی تو ابّا نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور امّی کو کہا تم کیوں اداس ہو۔ میں تو اپنی بیٹی کی پیدائش پر بہت خوش ہوں۔ یہ بھی فرمایا اس کے عقیقہ پر دو بکرے ذبح کروں گا تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بیٹی پیدا ہونے پر مجھے ایسی خوشی نہیں ہوئی جیسی بیٹا پیدا ہونے پر ہوتی۔

ایک اور پہلو جو مجھے ابّا کی شخصیت کا بہت نمایاں حصہ لگتا ہے وہ جھوٹ سے نفرت ہے۔ آپ نے بچپن سے ہی ہمارے دلوں میں سچ سے محبت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ ناپسند کرتے تھے کہ ہم ایسی کہانیاں سنیں یا سنائیں جو فرضی ہوتی ہیں۔ ہمیشہ ہمیں تلقین کرتے کہ سچے واقعات میں جو لطف ہے وہ جھوٹے قصوں اور افسانوں میں نہیں ہو سکتا۔ بچپن میں سچ بولنے کے لئے ابھارنے کا ایک بہت پیارا انداز مجھے یاد آیا۔ آپ ہمیشہ کہتے میری بیٹیاں جھوٹ نہیں بولتیں۔ یہی بات تھی جو ہمارے دل میں جھوٹ سے نفرت پیدا کرتی تھیں۔ سچ بولنے پر ہمیشہ اتنی ہمت افزائی کرتے تھے کہ اس ضمن میں مجھے ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں ہمیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اپنی غلطی تسلیم کرنا دراصل سچ ہے۔ چاہے وہ غلطی سرزد نہ بھی ہوئی ہو۔ ایک دفعہ میں نے یا شوکی نے کوئی شرارت کی۔ ابّاؒ گھر آئے تو پوچھا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے۔ ہم دونوں نے اس بات پر اصرار کرنا شروع کر دیا کہ ابّا یہ شرارت میں نے کی ہے، میں نے کی ہے۔ ہماری بات پر آپ بہت ہنسے اور امی کو جا کر بتایا کہ دونوں کہہ رہی ہیں کہ شرارت میں نے کی ہے۔ بعد میں ہمیں سمجھایا کہ سچ حقیقت میں کسی عمل کے ہونے کو کہتے ہیں۔ غلطی کو ماننا سچ کے زمرہ میں نہیں آتا۔

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

مجھے یاد ہے بچپن میں ابّا ہمارا ایسا خیال بھی رکھتے تھے جو عموماً ماؤں کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ میری بڑی بہن بچپن میں دمہ کی وجہ سے بیمار ہو جایا کرتی تھی۔ بعض اوقات ابّا اس کے لئے ساری ساری رات جاگتے۔ کبھی میری آنکھ کھلتی تو دیکھتی ابّا شوکی کو گود میں اٹھائے ٹہل رہے ہیں۔ امی کی وفات کے بعد اپنی بقیہ زندگی میں باپ کے ساتھ ساتھ ہمیں ماں کا پیار بھی دیا۔ اس وقت میری چھوٹی دونوں بہنیں ابھی غیر شادی شدہ تھیں۔ ان کا بے حد خیال کیا۔ ان کی شادیوں کے موقع پر مجھے بار بار بلا کر کہتے کہ دیکھو کوئی بھی کمی نہ رہے۔ جو یہ چاہیں اور جس طرح چاہیں ان کے لئے کرو۔ بے انتہا مصروفیات کے باوجود شادی کی تمام تقریبات کے ہر پہلو پر نظر رکھی اور بعض معاملات جو صرف خواتین کی دلچسپی کے سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی حصہ لیتے رہے۔

ابّا کی شخصیت اتنی ہمہ گیر تھی کہ مجھے ایک قسم کی بے بسی کا احساس ہو رہا ہے کہ میں آپ کی ذات کا کونسا پہلو بیان کروں اور کون سا چھوڑ دوں۔ ایک انتہائی پیار کرنے والا دل جو خدا نے آپ کو دیا تھا جو ہر کمزور کی تکلیف پر نہ صرف تڑپ اٹھتا تھا بلکہ اسے دور کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ یہ دل غرباء کی محبت اور ہمدردی سے لبریز تھا اور ان کمزور عورتوں کے لئے آپ کے دل میں ایک خاص تڑپ تھی جو معاشرے کے ظلم و زیادتی کا شکار ہوتی تھیں۔ ہر بے بس اور لاچار مریض بھی آپ کو بے چین اور بے قرار کر دیتا تھا اور یہی بیقراری ان کے لئے مسیحائی کا پیغام بن جاتی تھی۔

غرباء سے آپ کو شروع سے ہی ایک پیار بھرا لگاؤ اور ہمدردی تھی۔ آپ ان سے بے حد شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ بعض دفعہ غریبوں کی ہمدردی ہمارے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے اپنے ساتھ ان کے گھروں میں لے کر گئے اور یہ سمجھایا کہ دیکھو یہ وہ کمزور لوگ ہیں جو ہماری طرح کے ہی انسان ہیں۔ وہی خدا ان کا خالق ہے جس نے ہمیں بھی پیدا کیا ہے۔ مگر ان کی محرومیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ان سے بہتر نہ سمجھنا بلکہ حتی الوسع اپنے اللہ کو خوش کرنے کے لئے اس مظلوم طبقے سے محبت سے پیش آؤ اور جن نعمتوں سے خدا نے تمہیں نوازا ہے ان کا بھی ان نعمتوں میں ایک حق سمجھو۔ (اللہ تعالیٰ نے بھی ہماری املاک میں ضرورت مندوں کے لئے حق کا ہی لفظ استعمال کیا ہے، حصے کا نہیں)۔ لندن آنے کے بعد میں جب بھی پاکستان گئی حضور نے مجھے بعض گھروں میں جانے کی خاص طور پر ہدایت کی اور ان کے لئے تحائف بھجوائے۔ میں خود انہیں جانتی بھی نہیں تھی اور یہ ایسے لوگ ہوتے تھے جو بعض وجوہات کی بناء پر ابّا کی ہمدردی اور پیار کے مستحق بن جاتے تھے۔ خلافت کے بعد تو ابّا نے ہر احمدی سے بے اندازہ محبت کی۔ امی نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ تمہارے ابّا روزانہ اس طرح رو رو کر اور تڑپ تڑپ کے دعائیں کرتے ہیں کہ مجھ سے کئی دفعہ برداشت نہیں ہوتا۔ دل چاہتا ہے کہ ان کو روک دوں کہ اتنا اپنی جان پر بوجھ نہ لیں۔ (اور یہ گریہ وزاری آدھی رات گئے تنہائی میں خدا کے حضور ہوتی)

مجھے یاد ہے کہ جب میری بیٹی بچپن میں بیمار ہوئی۔ ابّا نے اس طرح میرا اور میری بیٹی کا خیال رکھا کہ میں کبھی بھول نہیں سکتی۔ نہ صرف مسلسل دعاؤں میں لگے رہے بلکہ رات کو بھی کئی کئی دفعہ نیچے آتے اور مجھ سے بچی کا حال پوچھتے۔ ضرورت ہوتی تو دوائیاں بھی تبدیل کرتے جاتے۔ ایک دن ہسپتال سے تھوڑی دیر کے لئے گھر آئی تو تھکن اور مسلسل پریشانی سے گلا بالکل بند تھا اور شدید درد تھا۔ ابّا نے مجھے کہا تم تھوڑی دیر کے لئے بیٹھو میں خود تمہارے گلے پر صندل کے تیل کا مساج کرتا ہوں کیونکہ یہ فوری فائدہ دیتا ہے۔ میں نے شرم سے انکار کیا مگر آپ نے زبردستی مجھے بٹھا کر اپنے ہاتھوں سے تیل کا مساج کیا۔ یہ خلافت کے بعد کا واقعہ ہے جب کہ آپ کی زندگی بے انتہا مصروف ہو چکی تھی۔

حضور کے پیار کا انداز بہت انوکھا اور دلربا تھا۔ آپ نے حضورؒ کا یہ مصرع شائد پڑھا ہوگا۔ ؎

میرے پیچھے آکر دبے دبے، میری آنکھیں موند ہنسا کرے۔

ہماری آنکھیں موند کر ہنستے ہوئے میں نے آپ کو بارہا دیکھا ہے۔ آپ دبے پاؤں آ کے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دیتے اور اس وقت تک انتظار کرتے کہ دوسرا بوجھ لے کہ ہاتھ رکھنے والا کون ہے۔ آپ کو بوجھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اتنے پیار کا اظہار آپ کے سوا کون کر سکتا تھا۔

اللہ نے آپ کو بے انتہا زرخیز ذہن اور نور فراست سے بھی نوازا تھا۔ بعض دفعہ گھر میں آتے تو ایک نظر میں اندازہ کر لیتے کہ اس وقت ماحول کیسا ہے اور اسکے مطابق باتوں باتوں میں نصیحت بھی کر دیتے۔ حیرت ہوتی تھی کہ شائد آپ جہاں موجود نہیں ہوتے وہاں بھی سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ ربوہ میں مَیں صبح کی سیر پر ابّا کے ساتھ جایا کرتی تھی۔ ایک دن ہم دونوں خاموش تھے۔ چلتے چلتے آپ نے اچانک پوچھا میں بتاؤں کہ تم کیا سوچ رہی ہو۔؟ میں ہنس پڑی اور آپ کی طرف دیکھنے لگی۔ آپ نے بعینہ وہی بات کی جو میں اس وقت سوچ رہی تھی۔ میری ہنسی حیرت میں تبدیل ہو گئی۔ حضور اس حیرت سے محظوظ بھی ہوئے اور مجھے چھیڑا بھی کہ دیکھا میں نے صحیح بتایا ہے نا!۔

ابّا کی شخصیت کا ایک اور نمایاں وصف مہمان نوازی تھا۔ مہمانوں کا بے حد اکرام کرنے والے تھے۔ ہمارے گھر کے دروازے ہر طرح کے لوگوں کے لئے کھلے رہتے۔ مہمانوں کی آمد ابّا کے لئے بے حد خوشی کا موجب بنتی۔ جلسہ سالانہ کی تیاریوں میں اتنا اہتمام ہوتا تھا جس طرح کسی گھر میں شادی بیاہ کی تقریبات کے لئے ہوتا ہوگا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپ نے سارا گھر مہمانوں کے لئے خالی کر دیا اور خود صحن میں ٹینٹ لگا کر وہاں منتقل ہو گئے۔ عام دنوں میں بھی حضور کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہر آنے والے کی موقع و محل کے مطابق ضرور تواضع کی جائے۔ بعض دفعہ اگر گھر میں کام کرنے والا موجود نہ ہوتا تو خود ہی ان کے لئے سب انتظام کر لیا کرتے تھے۔ کھانا بھی خود بنا لیتے تھے۔ ابّا کی مہمان نوازی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ امی چھیڑنے کے لئے ابّا سے کہتیں "مجھے لگتا ہے آپ نے ریلوے سٹیشن اور بس سٹاپ پر اپنے آدمی بٹھائے ہوتے ہیں کہ جو ربوہ پہنچے اس کو پکڑ کر سیدھا آپ کے گھر لے آئیں"۔

یہاں مجھے ایک بات اور یاد آئی کہ ابّا کو اللہ تعالیٰ نے بہت لطیف اور تیز حس مزاح سے نوازا تھا۔ بعض دفعہ آپ مزاح کے رنگ میں بہت خوبصورتی سے نصیحت کر دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہم سٹنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کافی خواتین موجود تھیں۔ حضور تشریف لائے تو ہمیں دیکھ کر وہیں آگئے۔ آپ کی آمد پر سب خاموش ہو گئے۔ تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا آپ سے ایک بات پوچھوں؟ میں نے آپ خواتین میں یہ بات نوٹ کی ہے کہ آپ میں ایسی صلاحیت پائی جاتی ہے جو ہم مردوں میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ آپ اکٹھا بولتی ہیں اور اکٹھا ہی سنتی ہیں۔ سب خواتین بیک وقت بول بھی رہی ہوتی ہیں اور بیک وقت سن بھی رہی ہوتی ہیں اور سمجھ بھی رہی ہوتی ہیں جبکہ مردوں میں یہ دستور ہے کہ ایک بولتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہیں سکتے۔ یہ سن کر ہم سب ہنس پڑیں۔ اس کا جواب ہم کیا دیتیں؟ نصیحت کا اثر کتنی دیر چلا؟ لیکن یہ ضرور ہوا کہ چند دن بحث مباحثہ ذرا آہستہ آواز میں اور طریقے سے کیا جاتا رہا۔

ابّا کی وفات کے بعد ایک احمدی بچی نے مجھ سے عام روش سے ہٹ کر ایک عجیب سوال کیا کہ آپ حضور کے بے حد قریب رہی ہیں کیا آپ کو کبھی حضور کی شخصیت میں کوئی کمزور پہلو محسوس ہوا۔ یہ سوال ایسا تھا جس نے مجھے کچھ دیر سوچنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے بعد میں اسے جواب دیا کہ میں نے آپ میں کمزوری کا پہلو تو نہیں دیکھا لیکن آپ کی ایک چیز جو ہمیں بہت تکلیف دیا کرتی تھی وہ یہ تھی کہ آپ اپنی جان پر بے انتہا ظلم کرنے والے تھے۔ مخلوق خدا کی ہمدردی میں اپنی جان کے ہر حق کو پس پشت ڈالنے والے انسان تھے۔

اب میں سمجھتی ہوں کہ آپ کا کچھ ذکر بطور ایک روحانی باپ کے بھی کروں۔ جس طرح شروع میں میں نے کہا تھا کہ مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا تھا کہ ابّا جتنا پیار مجھ سے کرتے ہیں شائد اتنا یا اس سے بھی زیادہ ہر احمدی بچی سے کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی خلافت کے بعد نہ صرف ان بچیوں کی تربیت فرمائی بلکہ ان میں خدا کی راہ میں اپنا وقت اور اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنے کی ایک نہ ختم ہونے والی لگن بھی پیدا کر دی۔ آپ احمدی خواتین کے دلوں میں جھانک کر ان کے دکھوں تک بھی پہنچے اور پھر جس طرح ایک باپ کا دل بے چین ہو کر کبھی خدا کے حضور تڑپ کر ان دکھوں کا مداوا مانگتا ہے اور عملاً کوشش بھی کرتا ہے اسی طرح آپ نے دعائیں بھی کیں اور عملی کوشش کو بھی اپنی انتہا تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ آپ کی دلی کیفیات آپ کے ہی اشعار سنا کر بیان کرتی ہوں۔ اپنی ایک نظم میں آپ ایک بیٹی کی زبان میں خود اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ ؎

آپ کی بیٹیاں ہیں اور بھی جو
اپنوں ، غیروں کے ظلم سہتی ہیں
اپنے ماں باپ سے بھی چھپ چھپ کر
رازِ دل آپ ہی سے کہتی ہیں

رات سجدوں میں اپنے رب کے حضور
ان کے غم میں بھی آپ روتے ہیں
جن کے ماں باپ اور کوئی نہ ہوں
ان کے ماں باپ آپ ہوتے ہیں
آپ نے زندگی گزارنی ہے
ساری دنیا کے بوجھ اٹھائے ہوئے
آپ سے مانگتے ہیں مرہمِ دل
سب کے ہاتھوں سے زخم کھائے ہوئے

آپ جب بھی ان بچیوں سے کوئی کام لیتے تھے تو وہ کام کرنے والیاں آپ کی خاص توجہ اور محبت کی حقدار بن جاتی تھیں۔آپ ہر کام تمام تفصیل سے خود بتاتے اور بہت باریک بینی سے ان کی تربیت کرتے اور ان کو سکھاتے۔بعض دفعہ بار بار غلطیاں کرنے پر بھی آپ بڑی ہمت اور حوصلہ سے ان کی اصلاح فرماتے یہاں تک کہ وہ کام کو سیکھ کر آپ کی منشاء کے مطابق اسے پایۂ تکمیل تک پہنچادیں۔

مجھے یاد ہے آپ جب بھی کسی بچی سے کام لیتے تو اس دوران اس کا بیحد خیال رکھتے اس کے کھانے پینے اور ذاتی ضروریات پر بھی نظر رکھتے۔ایک مرتبہ ایسی ہی ایک بچی جو ابّا کے ساتھ کام کروارہی تھی اس کی شادی کا موقع آیا تو آپ نے شادی سے چند دن پہلے بلا کر مجھے کہا میرا خیال ہے اس بچی نے اپنی شادی کی صحیح طور پر تیاری نہیں کی مگر یہ بتا بھی نہیں رہی۔میں چاہتا ہوں کہ جو چیزیں اب تک تیار نہیں ہوسکیں وہ پتہ کر کے تم خود ان کی شاپنگ کرو۔آپ نے خاص طور پر کہا کہ شادی کا جوڑا اس نے اب تک تیار نہیں کروایا۔ابّا کے کہنے پر جب میں اُس سے ملی تو پتہ چلا کہ واقعی شادی کا جوڑا اب تک نہیں بنا تھا اس وقت شائد تین چار دن شادی میں رہ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے لئے بہت اچھا بنا بنایا جوڑا مل گیا۔ابّا بھی سن کر بہت خوش ہوئے۔اس بات نے مجھے بہت حیران کیا کہ جب وہ بتا بھی نہیں رہی تھی تو ابّا نے کیسے اندازہ کرلیا کہ اس کے پاس شادی کا جوڑا نہیں ہے۔بعد میں شادی کے بقیہ کام خود اپنی نگرانی میں کروائے اور اپنی کار میں اسے رخصت کیا۔

یہ واقعہ تو میں نے مثال کے طور پر بیان کیا ہے بارہا میں نے آپ کو ایسے کام کرتے ہوئے یا دوسروں سے کرواتے دیکھا ہے۔یہ آپ کی محبت ہی تھی جو اس سوسائٹی میں پلنے والی بچیوں کو دیگر دلچسپیوں کو چھوڑ کر دین کے کاموں کی طرف کھینچ لاتی۔آپ کی حوصلہ افزائی تو ایسی تھی اور تعریف کا انداز اتنا پیارا تھا کہ جو کام مکمل طور پر سمجھا کر خود کرواتے اس کی پوری تعریف کرتے جیسے آپ کا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام اس شخص کی محنت ہے جس نے آپ کی مدد کی ہے۔

حضور نے اپنے دور خلافت میں ان بچیوں کی تربیت کے لئے ہر ممکن کوشش کی احمدی بچیوں اور ماؤں پر ایسی نظر رکھی جو شائد ایک پیار کرنے والا باپ بھی اپنے بچوں پر نہ رکھتا ہو۔چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خاص فراست اور دور اندیشی سے نوازا تھا اس لئے آپ خطرے کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے ہی صورتحال کو بھانپ لیتے اور پھر سنبھالنے کے لئے عملی کوشش بھی کرتے۔آپ نے اپنی تحریر و تقریر اور عمومی نصیحتوں سے احمدی خواتین کی تربیت کا ہر حق ادا کیا۔خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں عورت ذات کی ایک خاص ہمدردی رکھی تھی۔حضور نے خلافت کے شروع میں ہی جماعت کی خواتین اور بچوں سے ایک خاص محبت اور بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا۔خواتین میں آپ کا پہلا خطاب ہی اپنے اندر ایک عجیب پیار، بے ساختہ اور بے تکلفی کا انداز لئے ہوئے تھا۔یہ خطاب آپ نے ۱۶؍اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ربوہ میں لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔آپ کی والدہ محترمہ کیونکہ ہمہ وقت لجنہ کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔اس ماحول کو یاد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔’’مجھے یاد ہے میں کئی دفعہ ناشتہ ہی نہیں کرتا تھا شرم کے مارے کہ باہر عورتیں بیٹھی ہیں۔میں نکلوں کس طرح کپڑوں کا برا حال، بٹن ٹوٹے ہوئے، حلیہ بگڑا ہوا۔ نیکر ہاتھ سے سنبھالی ہوئی۔شرم آتی تھی کہ باہر کس طرح نکلوں۔‘‘

اب دیکھیں ایسی باتیں تو شائد انسان صرف اپنے بیوی بچوں اور قریبی دوستوں سے ہی شیئر(SHARE) کرتا ہے مگر آپ کو احمدی خواتین سے بھی ویسا ہی محبت کا قریبی تعلق تھا جو اپنی بیٹیوں سے تھا۔اسی وجہ سے ان سب کے دل بھی اس محبت کو محسوس کر کے آپ سے ویسے ہی بے تکلف اور قریب ہوگئے جیسے صرف اپنے بہت پیاروں سے ہی ہوا جا سکتا ہے۔یہی وجہ تھی کہ جو انہوں نے کھل کر اپنے دل کی ہر بات آپ سے کی اور ہر بوجھ آپ کے سامنے ہلکا کیا۔اس قسم کی بے تکلفی پیدا کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ اس کمزور طبقے کے مسائل کی گہرائی تک پہنچیں اور ان کی ذاتی کمزوریوں سے بھی آگاہ ہو سکیں کیونکہ جب تک تکلیف کی نوعیت کا علم نہ ہو علاج کے لئے کوشش نہیں کی جاسکتی اور نہ صحیح علاج تجویز کیا جا سکتا ہے۔عام طور پر عورتوں میں جو کمزوریاں پائی جاتی ہیں آپ ان کی جڑ تک پہنچ کر اچھی طرح تجزیہ کر کے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔بارہا آپ نے اپنے پورے پورے خطبات عام گھریلو مسائل پر دیئے اور عورتوں پر ہونے والی زیادتیوں کو آپ نے کھول کر جماعت کے سامنے بیان کیا۔کوئی بھی احمدی بچی اپنے پر ہونے والی زیادتی کا اظہار آپ سے کرتی تو آپ کے دل کی بے قراری آپ کو مجبور کر دیتی تھی کہ آپ جماعت کے سامنے ایسے واقعات کو لے کر آئیں۔ان کے ازالہ کے لئے نصیحت بھی کرتے جہاں مناسب سمجھتے تنبیہ بھی کرتے۔

اپنی عمر کے آخری حصہ میں آپ نے غریب بچیوں کے لئے ’’مریم فنڈ‘‘ کے نام سے ایک سکیم جاری فرمائی اور فرمایا کہ یہ سکیم ان بچیوں کے لئے جاری کر رہا ہوں جو جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اپنے گھروں میں بے حد تکلیف اٹھاتی ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ کوئی بچی محض اس وجہ سے خوشیوں سے محروم نہ رہ جائے کہ وہ مناسب جہیز کے بغیر آئی ہے۔

اس میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ حضور نے ایک موقع پر اپنی والدہ محترمہ کی سیرت کا مضمون بیان کرتے ہوئے اس بات کا اظہار فرمایا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ آخری وقت میں میرا نام ان کے ذہن میں آیا تھا یا نہیں مگر میں یہ توقع ضرور رکھتا ہوں کہ اپنے آخری سانسوں میں انہیں ضرور یاد رکھوں گا۔حضور کے کاموں میں یہ کام آپ کا آخری اہم کام تھا جو آپ نے اپنی امی کے نام سے منسوب کیا۔اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوبصورت انداز میں آپ کی وہ توقع زندہ رہنے والی نیکی میں ڈھال دی۔یہ آپ کا آخری لمحوں میں اپنی والدہ کو یاد کرنا ہی تو تھا۔الحمدللہ۔یہاں یہ بھی مدنظر رکھیں کہ آپ کے دل میں عورت کے لئے جو خاص ہمدردی اور محبت کے جذبات موجزن تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ نے آخری اہم کام بھی ہم عورتوں کی ہمدردی اور بہبود کے لئے کیا۔

اور بھی بہت سی باتیں ذہن میں آرہی ہیں، بہت سے پہلو اس محدود وقت میں بیان نہیں کئے جا سکتے۔لیکن آخری بات جو ابّا نے کی ساری زندگی کا نچوڑ لگتی ہے وہ آپ کی خدا سے محبت تھی۔تین سال قبل جب حضور بیمار ہوئے تو طوبیٰ کی شادی میں ابھی کچھ دیر تھی۔اس کے میاں سے آپ کی ابھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ایک دن کھانے کی میز پر طوبیٰ سے کہا میرے سب داماد مجھ سے مل چکے ہیں۔پتہ نہیں کہ میں تمہارے میاں سے مل سکوں یا نہ مل سکوں۔کیونکہ وہ مجھے ملا نہیں اس لئے مجھے جانتا بھی نہیں ہے۔تم بس ایک بات میرے بارہ میں اس کو بتادینا کہ میں نے زندگی میں کبھی کچھ نہیں کیا مگر میں نے اپنے اللہ سے محبت بہت کی ہے۔جب آپ یہ کہہ رہے تھے تو آپ کی آنکھیں اسی محبت کے آنسوؤں سے نم تھیں۔وہ بھرائی ہوئی کمزور آواز میرے کانوں میں اب بھی گونجتی ہے۔

میں حیرت سے آپ کو دیکھ رہی تھی کہ یہ وجود کیسے خدا کی محبت میں پگھل کر بالکل بے نفس ہو چکا ہے۔معلوم نہیں ہم بھی کبھی اس مقام پر پہنچ سکیں گے کہ کہہ سکیں ہم نے زندگی میں کچھ نہیں کیا مگر خدا سے محبت تو کی ہے۔کاش خدا ہمارے دل اور ہماری روح بھی اسی محبت کی طرف کھینچ لے جو ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے، انسان کی تمام خوبیاں اور تمام صفات اسی محبت کے پانے سے زندہ ہوتی ہیں۔ہم نے خود حضورؒ کے وجود میں ان خوبیوں کو زندہ ہوتے اور روح کو پکڑتے ہوئے دیکھا ہے۔خدا کرے کہ ہم آپ کے نقش قدم پر چل سکیں جنہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو ہماری بہتری اور خدا کی محبت کو قائم کرنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے ضروری التماس

دفتر الفضل انٹرنیشنل سے خط وکتابت کرتے وقت AFC Number کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ یہ نمبر الفضل کے ریپر پر آپ کے ایڈریس کے نیچے درج ہوتا ہے۔اس نمبر کے حوالہ سے ہمیں آپ کی شکایات یا درخواستوں کی تعمیل میں آسانی ہوگی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (مینجر)

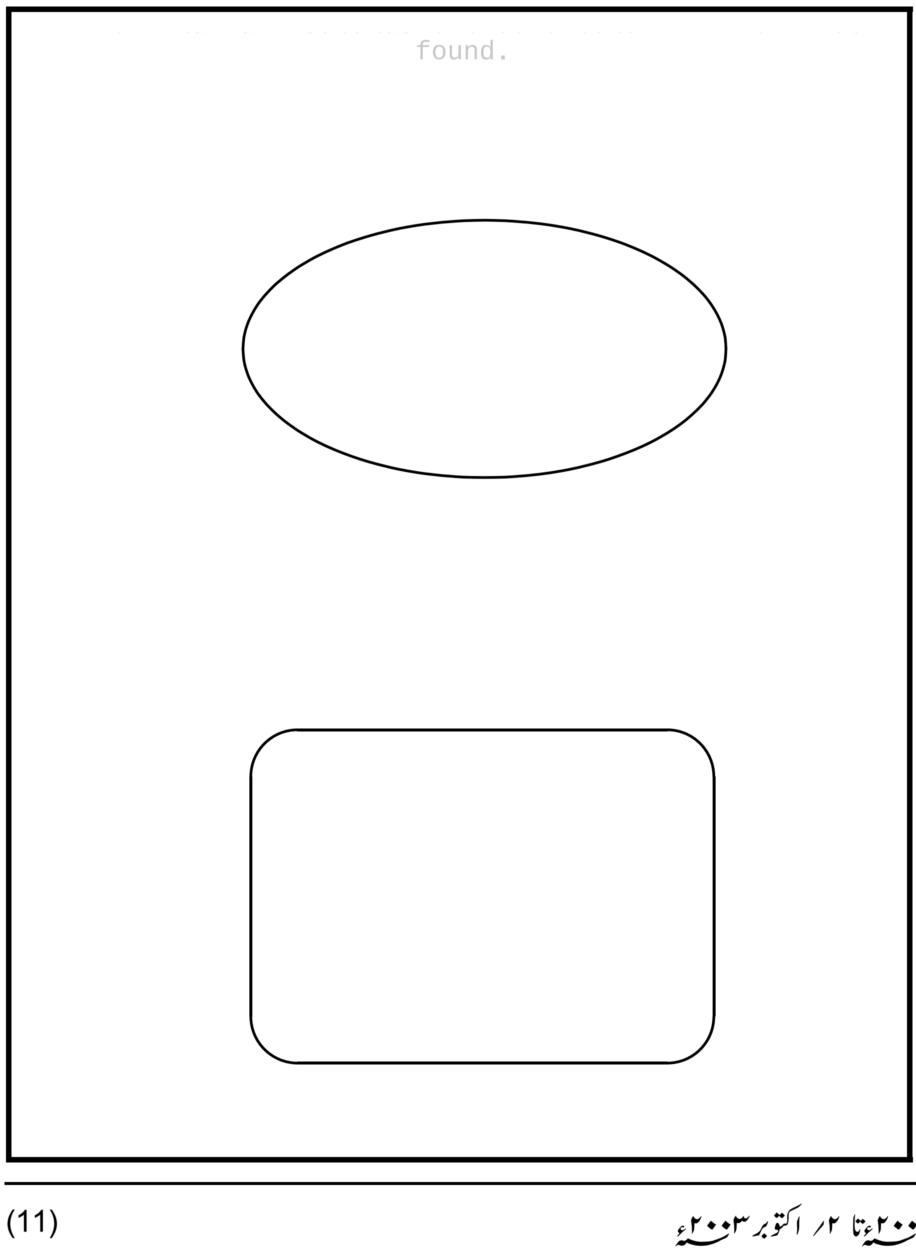

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

داستان حیات

(عبدالکریم شرما۔ لندن)

(قسط نمبر۵)

تسلسل کے لئے دیکھیں الفضل انٹرنیشنل ۲۴/جنوری ۲۰۰۳ء

نوٹ:مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما سابق مبلغ مشرقی افریقہ کی زندگی کے نہایت دلچسپ اورایمان افروز واقعات الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہوتے رہے ہیں ۔اس تسلسل میں ذیل کا مضمون بھی ہدیۂ قارئین ہے۔(مدیر)

ڈاکٹر روش سے گفتگو

اروشہ (تنزانیہ) کے قریب دومیل کے فاصلہ پرلوتھرن مشن کا سیکنڈری سکول تھا خاکسار وہاں جایا کرتا تھا۔ہیڈ ماسٹر امریکن تھے تپاک سے ملتے اور گھر لے جاتے ان سے اور ان کی اہلیہ سے مسیح موعود کے ظہور کی باتیں ہوتیں ۔ایک دن انہوں نے بتایا کہ لوتھرن مشن کے مشہور منّاد ڈاکٹر روش کل آرہے ہیں یہ صاحب روسی نژاد تھے۔بعد میں امریکن نیشنیلٹی لے لی تھی ۔عراق میں کئی سال مسیحی منّاد کے طور پر کام کیا۔عربی زبان جانتے تھے سواحیلی زبان میں انہوں نے ایک کتابچہ لکھا جس کا عنوان تھا ’JINSI DINI YA ISLAMU ILIVYOTUNGWA، یعنی اسلام کس طرح بنایا گیا۔یہ کتابچہ ’ینابیع الاسلام‘ کتاب کا چربہ تھا جو انیسویں صدی میں لکھی گئی تھی۔اگلے روز ان کو ملنے گیا۔میں نے کہا میں نے آپ کا کتابچہ پڑھا ہے۔ آپ نے بیکار کوشش کی ہے قرآن خود بتاتا ہے کہ ﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ کہ اس میں پہلی الہامی کتب کی مستقل نوعیت کی تمام تعلیمات آگئی ہیں۔قرآن Perfection کا دعویٰ کرتا ہے، Originality کا نہیں کرتا ۔یعنی یہ نہیں کہتا کہ اس کی تمام تعلیمات نئی ہیں جو پہلی کتب میں موجود نہیں تھیں بلکہ وہ اکمال دین کا دعویٰ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ (المائدہ آیت :۴) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کردی ہے۔

پہلی کتب کی تعلیمات اور قرآن کریم کی تعلیم میں جہاں مماثلت پائی جاتی ہے وہاں تفصیلات میں بیّن فرق بھی موجود ہے ۔پہلی کتب کی تعلیمات عالمگیر نہیں تھیں۔مختلف اقوام کی سدھار کے لئے ان کی ارتقائی حالت کو مدنظر رکھ کر جو تعلیمات ان کو دی جاتی تھیں وہ اگرچہ ان کے مناسب حال ہوتی تھیں لیکن وقتی ہوتی تھیں اس لئے نامکمل تھیں ۔قرآن کریم نے ان کو مکمل کیا ہے اور نسل انسانی کے ہر طبقہ کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر عالمگیر اور مکمل اور دائمی تعلیم دی ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام آیت :۳۹) ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی ۔ بنیادی اعتقادی مسائل کو لے لو ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت ،اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی حقیقت ،اس کی ذات اور صفات کا عرفان ،حیات بعد الموت کی حقانیت کے دلائل ،انسان کی پیدائش کی غرض ،مرنے کے بعد کی حالت ،جزاء سزا کا فلسفہ ایسے مضامین کو قرآن مجید نے جس شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتا۔اسی طرح خدا تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور محبت کے تعلق کو استوار کرنے کے لئے عبادات کی اہمیت ،نماز ،روزہ ،زکوٰۃ اور حج کی تفصیلات اور ان کے بجالانے کے فوائد اور اثرات جس حسین اور مؤثر انداز میں قرآن کریم بیان کرتا ہے اس کا عشر عشیر بھی دوسری کتب میں بیان نہیں ہوا یہی حال اخلاقی اور تمدنی تعلیمات کا ہے۔

میں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ملک عرب جہالت کا گہوارہ تھا۔پڑھے لکھے لوگ خال خال تھے ۔ آنحضرت ﷺ خود اُمّی تھے نہ وہاں دارالعلوم تھے نہ لائبریریاں اور کتب خانے تھے پھر یہ کیونکر ممکن ہوا کہ ایک اُمّی شخص نے دوسرے مذاہب کی کتب سے اخذ کر کے تعلیمات کا ایک بے مثال مجموعہ تیار کردیا جو اتنا مؤثر ہوا کہ اقوام عالم کی کایا پلٹ کر رکھ دی ۔یہ اعجاز اس اُمّی شخص کا نہیں ہوسکتا بلکہ اس وحی الٰہی کا تھا جو اس پر نازل ہوتی تھی۔

قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت

میں نے کہا قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ کلام اللہ ہے ۔اس کا ثبوت اسکی بے نظیری ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے سکالرز کو قرآن کریم میں بار بار چیلنج کیا ہے کہ اگر تم کو اس بات میں شک ہے تو اس کی نظیر بنا کر لے آؤ اور اگر نہ بنا سکو تو یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی شان یہ ہے کہ کوئی دوسرا اس جیسی تخلیق نہیں کرسکتا۔میں نے کہا آپ عربی دان ہیں اور بقول خود قرآنی مآخذ کو جانتے ہیں پھر آپ کو چیلنج قبول کرنے میں تامّل کیوں ہے قرآنی مآخذ پر رسالہ لکھنے کی بجائے آپ کو تو چاہئے تھا کہ کوئی ایسا کلام بنا کر پیش کرتے جو فصاحت ،حسن بیان اور اثر پذیری اور قوت احیاء میں قرآن کا ہم پلّہ ہوتا پھر اس میں تائیدالٰہیہ کے نشان اور پیشگوئیاں بھی ہوتیں جن کو لوگ پورا ہوتے دیکھتے ۔ قرآن نے تحدی کی ہے کہ اس کتاب کی مثل کبھی کوئی نہیں بنا سکے گا۔چودہ سوسال گزر گئے ہیں ابھی تک اس کی مثل منصۂ شہود پر نہیں آئی۔

میں نے کہا ایک امتیاز قرآن کریم کو یہ حاصل ہے کہ وہ زمانۂ نزول سے لیکر اب تک اصل صورت میں محفوظ چلا آتا ہے۔بائیبل کی یہ حالت نہیں ہے اس میں ردوبدل اور تحریف ہوئی ہے ۔اس کے ثبوت میں میں نے کچھ حوالے پیش کئے۔کہنے لگے قرآن بھی انسانی دست برد سے محفوظ نہیں رہا۔شیعہ کہتے ہیں کہ بعض آیات جو حضرت علیؓ کے متعلق تھیں اس میں نہیں ہیں ۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن کے چالیس پارے تھے جن میں سے تیس (۳۰) محفوظ رہ گئے ہیں۔میں نے کہا یہ بے اصل حکایات ہیں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔شیعہ علماء کے ایک طبقہ نے ان حکایات کو رد کیا ہے ۔یورپین محققین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کا متن منّ وعن وہی ہے جو محمد ﷺ نے پیچھے چھوڑا تھا۔غرض ان سے اڑھائی گھنٹہ تک سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

شیعہ مجتہد کی بوکھلاہٹ

اروشہ میں گجرات کاٹھیاواڑ کے اثناعشری شیعہ کافی تعداد میں تھے ۔ان کا امام باڑہ بھی تھا۔لکھنؤ کے ایک مجتہد امام باڑہ کے ملحق ایک چوبارہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ان کے پاس بھی میں جاتا رہتا تھا۔ڈاکٹر روش سے گفتگو کے بعد میں ان کو ملنے گیا اور ان کو گفتگو کی روداد سنائی اور یہ بھی بتایا کہ ڈاکٹر روش کہتے تھے شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ رائج الوقت قرآن میں بعض آیات جو حضرت علیؓ کے بارہ میں تھیں شامل نہیں ہوئیں۔کہنے لگے بات تو ان کی درست ہے۔میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کا تو وعدہ ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۱۰) کہ ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہونگے ۔دوسری جگہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔خاطر جمع رکھو یہ وحی جو تجھ پر نازل ہوتی ہے ضائع نہیں ہوگی بلکہ ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ﴾ (القیٰمہ: ۱۸) اس کا جمع کرنا بھی ہماری ذمہ واری ہے اور اس کا دنیا کے سامنے پڑھا جانا بھی ہماری ذمہ داری ہے ۔میں نے کہا اس وعدہ کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح ممکن تھا کہ کوئی انسان قرآن کو جمع کرتے وقت کمی بیشی کردیتا اور پھر اس قرآن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رائج بھی کردیتا۔میں نے کہا بفرض محال اگر اس نظریہ کو مان لیا جائے تو پھر ایک اور سوال اٹھتا ہے ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس کمی کو درست کیوں نہیں کروایا اور کیوں قرآن کے اس حصہ کو ضائع ہونے دیا۔باتیں ابھی ہو رہی تھیں کہ کچھ شیعہ نوجوان سیڑھیوں سے اوپر آگئے ۔جونہی مجتھد صاحب نے آہٹ سنی وہ پلنگ سے جس پر وہ بیٹھے تھے اچھل کر کھڑے ہوگئے اور شور مچانے لگے کہ تم قادیانی ہو کافر ہو۔مجھے حیرت ہوئی کہ ایک لحہ پہلے تو وہ آرام سے گفتگو کر رہے تھے یکلخت ان کو کیا ہوا ۔دراصل وہ دوسروں کے روبرو اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تھے وہ مجھ کو اشارہ کردیتے کہ پھر بات کرینگے تو بہتر ہوتا لیکن بوکھلاہٹ میں انہوں نے ایسا رویہ اختیار کیا جو قابل شرم تھا ۔اس وقت مجھے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی یاد آئی کہ "عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ" اس زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے ۔میں اٹھ کھڑا ہوا اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتا ہوا وہاں سے چلا آیا۔

زنجبار کا سفر

پہلے میں ذکر کرچکا ہوں کہ ممباسہ کے قیام کے دوران میں زنجبار گیا تھا۔یہ میرا پہلا سفر نہیں تھا اس سے قبل بھی دو دفعہ زنجبار جاچکا تھا۔یہاں عرب سلطان حکمران تھے۔پرامن فضا تھی۔لیکن اس دفعہ جب گیا تو وہاں انقلابی لہریں ابھرتی ہوئی محسوس کیں جن افریقی لیڈروں کے پاس گیا ان کے ہاں مسٹر جولیس نیریرے کی تصویر آویزاں دیکھی اس سے مجھ کو احساس ہوا کہ ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کی آزادی کی رواس جزیرہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے ۔سیاست کی بنا پر ان دنوں یہاں بہت جوش تھا۔دو سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے کی حریف تھیں ۔برسراقتدار پارٹی میں عربوں کا اثر اور رسوخ تھا۔دوسری ایفروشیرازی پارٹی تھی ۔ میں دس روز وہاں رہا۔چیدہ چیدہ لوگوں کو احمدیت کا تعارف کروایا۔ایک آرگنائزیشن نے ایک ہال میں خاکسار کی تقریر کا انتظام کیا۔’احمدیت کا پیغام‘ تقریر کا عنوان تھا۔تقریر کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایک نوجوان نے سوال کیا۔اسلام کے بانی کون تھے۔ میں نے کہا حضرت محمد ﷺ ۔کہنے لگا۔نہیں ۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام تھے ۔اور کہا کہ میں مرزا غلام احمدؑ کو ماننے کے لئے تیار ہوں لیکن (نعوذ باللہ) محمدؐ کو نہیں مانتا کیونکہ وہ عرب تھے۔مجھے یہ سنکر بہت صدمہ ہوا کہ سیاسی چپقلش نے نوجوانوں کو اس حد تک بدراہ کردیا ہے ۔میں نے کہا سنو! نوجوان !مرزا غلام احمد، رسول کریم ﷺ کے غلام اور متبع تھے۔ان کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خاتم النبیّین محمد ﷺ کی روحانی حکومت کو دائمی طور پر کل دنیا میں قائم کریں اور غلبۂ اسلام کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے تبلیغی جہاد کی داغ بیل ڈالیں۔اس لئے جو شخص بھی حضرت مرزا غلام احمدؑ کی اتباع کا دم بھرے گا اس کو لازماً آنحضرت ﷺ کا مطیع ہو کر آنحضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھنا پڑے گا۔

مجھے اس نوجوان کے رویہ نے بے چین کردیا۔میں دونوں سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں سے ملا اور اس نوجوان کا حوالہ دیکر ان سے اپیل کی کہ وہ میانہ روی اختیار کریں اور نسلی منافرت کے جذبات کو ابھرنے نہ دیں۔ایفروشیرازی لیڈروں نے کہا کہ ہم کو علم ہے بعض نوجوان حد سے تجاوز کر رہے ہیں ہم انشاءاللہ ان کو کنٹرول کرلیں گے۔عرب لیڈروں نے میری بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور غفلت میں مبتلا ہو کر چین کی بانسری بجاتے رہے۔جلد ہی ان کی غفلت کا نتیجہ نکل آیا ۔چند شوریدہ سر نوجوانوں نے راتوں رات عرب سلطنت کا تختہ الٹ دیا۔سلطان اپنی جان بچانے کے لئے اپنی yacht میں بیٹھ کر جزیرہ سے نکل گئے اور سمندر میں جاٹھہرے۔چونکہ ان کی سلطنت کو از روئے معاہدہ انگریزوں کی حمایت حاصل تھی اس لئے وہ مدد کا انتظار کرتے رہے جب کسی طرف سے مدد نہ آئی اور مایوس ہوگئے تو انگلستان میں جا کر پناہ لی اور زنجبار کا الحاق ٹانگانیکا سے ہوگیا۔

عیسائی منّاد کو دعا میں مقابلہ کا چیلنج

امریکہ کے مشہور عیسائی منّاد اورل رابرٹ (Orel Robert) چالیس ساتھیوں کے ٹولہ کے ساتھ کینیا میں آئے ان کے متعلق کہا گیا کہ ان کی امریکہ میں اپنی یونیورسٹی اور تبلیغی ادارے ہیں۔

یہ صاحب دعا کے ذریعہ شفا دینے کے مدعی تھے۔ ان کے کینیا میں وارد ہونے سے تین ماہ قبل اخباروں میں پورے صفحہ کے اشتہار بڑے بڑے پوسٹر اور ٹیلیویژن اور ریڈیو پر پرزور پروپیگنڈا ہوتا رہا۔ پوسٹروں پر جلی عنوان ہوتا Expect A Miracle یعنی معجزہ دیکھنے کی امید پر آؤ۔ اس ہیجان خیز پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پنڈال میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شفا کا معجزہ دیکھنے کے لئے جمع ہوتے۔ عاجز نے اس روز جب وہ نیروبی پہنچے جماعت کی طرف سے ان کو دعا میں مقابلہ کا چیلنج دیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ ایک معین تعداد میں مصدقہ مشکل علاج مریض لیکر قرعہ اندازی سے فریقین میں بانٹ دئے جائیں۔ پھر ہر فریق نہایت عاجزی اور الحاح سے شافی مطلق خدا سے التجاء کرے کہ وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے اور سچے مذہب کی تائید و نصرت کے لئے اس فریق کے حصہ کے مریضوں کو غیر معمولی طور پر شفا بخشے جو سچائی کی راہ پر گامزن ہے۔ میں نے ان کو یاد دلایا کہ اس طریق فیصلہ کا ثبوت بائبل سے بھی ملتا ہے اسی لئے ان کو سچائی کے اظہار کے لئے اس طریق کو اختیار کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اخبارات کے رپورٹر اور ریڈیو کے نمائندے ان سے چیلنج کا جواب لینے کے لئے ہوٹل میں گئے لیکن انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو ان کے سیکرٹری نے کہا کہ ایسے مقابلہ سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں آپ لوگ ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا شدید ردّعمل ہوا۔ اخبارات نے ان کی مہم کے خلاف اداریئے لکھے۔ ہمارے چیلنج اور ان کے گریز کی خبر کو نمایاں جگہ دی۔ دوسرے ممالک کے اخبارات کے تراشے بھی بعد میں ملے۔ بعض مریضوں کے متعلق انہوں نے مشتہر کیا کہ وہ ان کے اجتماع میں آئے تھے اور ان کے لئے دعا بھی کی گئی اور وہ معجزانہ طور پر اچھے ہو کر گئے۔ ان میں ایک اسماعیلی نوجوان کا نام بھی تھا مَیں ان کو ہسپتال میں ملنے گیا۔ ان کو کینسر تھا وہ بیمار پڑے تھے۔ مَیں نے اسپتال کے انچارج ڈاکٹر حق کو بیان دکھلایا انہوں نے کہا بالکل غلط ہے مریض کی حالت ویسی ہی ہے جس طرح پہلے تھی۔ میں نے کہا کہ آپ کو بیان کی تردید کرنی چاہئے انہوں نے اسی وقت اخباروں کو تردیدی بیان بھجوایا جو شائع ہو گیا۔

دعا کی درخواست

مَیں ۱۹۹۷ء سے بیماری کے سبب چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا ہوں۔ زیادہ تر گھر میں رہتا ہوں۔ عمر کا آخر ہے کچھ دنوں میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو جاؤں گا۔ میں اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں سے جو اس تحریر کو پڑھیں درخواست کرتا ہوں کہ میرے حق میں دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ستّاری اور مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور اپنے فضل سے میرا انجام نیک کرے اور ایسا ہو کہ جب میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوں تو وہ مجھ سے راضی ہو۔ ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم۔

❀❀❀❀❀

جماعت احمدیہ نہ صرف یہ کہ ایک پرامن اور امن پسند جماعت ہے بلکہ یہ جماعت اسپتالوں کے قیام، کینسر ریسرچ اور بچوں کو تحفظ فراہم کرنے جیسے کاموں میں بھی اپنا کردار ادا کرنے میں فعال اور مستعد ہے۔

(جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر
مختلف سربرآوردہ شخصیات کی شمولیت اور پیغامات)

(مسعود احمد دہلوی)

جب سے جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے لندن میں طویل قیام کے دوران خلافت حقہ اسلامیہ کے آسمانی نظام (جس کا جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا میں از سرنو قیام عمل میں آیا ہے) کی برکت سے بین الاقوامی سطح پر منعقد ہونا شروع ہوا ہے اور اس نے جزوی لحاظ سے مرکزی جلسہ کی شکل اختیار کی ہے، برطانیہ کے اہل علم، ذی فہم و خردمند اور بہت سے سربرآوردہ حضرات نے نہ صرف اس میں دلچسپی لینی شروع کی ہے بلکہ ان کی اس دلچسپی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ بحمداللہ تعالیٰ امسال ۲۰۰۳ء میں بھی نہ صرف برطانوی پارلیمنٹ کے بعض ممبران بلکہ یورپی پارلمینٹ کے بعض برطانوی ممبران، مختلف شہروں اور اضلاع کے میئر صاحبان، متعدد کونسلرز اور برطانوی معاشرہ میں اہم مقام رکھنے والے بعض حضرات نے جلسہ میں شریک ہو کر حاضرین سے خطاب فرمایا اور اپنے ان خطابات میں اور بعض نے نے اپنے مرسلہ پیغامات میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے دلکش عقائد و نظریات کی تعریف کی اور علی الخصوص جماعت احمدیہ کی امن پسندی، رواداری، مذہبی آزادی کی علمبرداری، بلاتفریق و امتیاز رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی خوش اطواری اور دوسروں کی مخالفانہ روش پر نہایت پرامن ردّعمل دکھانے کی مستقل وضعداری کی بہت تعریف کی اور جماعت کے نہایت پرکشش اسلامی نظریات کی دنیا بھر میں زیادہ سے زیادہ ترویج کے بارہ میں اپنی نیک خواہشات اور کامیابی کی تمناؤں کا اظہار کیا۔

امسال جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران میں سے آنریبل ٹونی کول مین (Hon.Tony Colman)، آنریبل سو ڈوٹی (Hon. Sue Doughty)، اور آنریبل ایڈورڈ ڈیوی (Hon. Edward Davey) شامل تھے۔ علاوہ ازیں یورپین پارلیمنٹ کے دو برطانوی ممبران رائٹ آنریبل جان بووس او۔ بی۔ ای (Rt.Hon.John Bowis O.B.E) اور بیرونس سارا لڈفورڈ (Baroness Sara Ludford) نے بھی جلسہ کے مختلف اجلاسوں میں شرکت کرکے سامعین سے انگریزی میں خطاب کیا۔ تشریف لانے والے کونسلرز اور میئر صاحبان میں کونسلر رچرڈ ٹیری (Cllr.Richard Terry) دی میئر آف ویورلے، کونسلر کیرول کوک برن (Cllr.Carol Cockburn) دی میئر آف دی ٹاؤن آف فارن ہم اور کونسلر رابرٹ لینڈریو (Cllr. Robert Landeryou) دی میئر آف سٹن (Sutton) شامل تھے۔ انہوں نے بھی اپنے خطابات میں جماعت احمدیہ کی تعریف کرکے اس کی خدمات کو سراہا۔

ان کے علاوہ دیگر ممتاز شخصیات بھی آئی ہوئی تھیں ان میں سے ڈاکٹر این لی (Dr.Ann Lee) اور اور مسز سوسن کریمر (Mrs.Susan Kramer) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

برطانوی زعماء میں سے ایک یا دو تقاریر کے سوا جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی زیر صدارت منعقد ہونے والے اجلاس میں ہوئیں باقی جملہ اہم شخصیات نے مختلف اجلاسوں میں جو امیر صاحب برطانیہ مکرم رفیق احمد صاحب حیات کی صدارت میں منعقد ہوئے احباب سے خطاب فرما کر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان سب برطانوی زعماء کی تقاریر کا مکمل متن شائع کرنا تو ممکن نہیں بعض چیدہ چیدہ اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

آنریبل ٹونی کولمین کا خطاب اور برطانوی وزیراعظم کا پیغام

برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر آنریبل ٹونی کول مین کا اس روز ساٹھواں یوم پیدائش تھا اور ان کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اس خوشی میں وسیع پیمانہ پر ایک لنچ پارٹی کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اتنی اہم گھریلو مصروفیات کے باوجود وہ وقت نکال کر جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے نہ صرف جلسہ سے خطاب فرمایا بلکہ وزیر اعظم برطانیہ آنریبل ٹونی بلیئر اور برطانوی ہوم آفس کی ایک منسٹر فی اونا میکنا گارٹ کے پیغامات بھی اپنے ہمراہ لائے اور اپنے خطاب کے اختتام پر وہ پیغامات بھی پڑھ کر سنائے۔

آنریبل ٹونی کولمین نے اپنے خاصے لمبے خطاب میں جماعت احمدیہ کے پرامن اسلامی عقائد و نظریات اور خدمت انسانی کی مساعی پر روشنی ڈالنے کے علاوہ ایک اور اہم امر کا بھی ذکر فرمایا۔ آپ نے کہا کہ مَیں گزشتہ ہفتہ فارن اور کامن ویلتھ آفس کی طرف سے سسکس ولسن پارک میں منعقد ہونے والی افریقی انتخابات اور ان کی جانچ پڑتال کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شریک تھا۔ وہاں جس چیز نے مجھے بے حد متأثر کیا وہ یہ تھی کہ وہاں تیس افریقی ممالک کے مندوب تشریف فرما تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی تقریر میں اپنے اپنے ملک میں احمدیوں کی بے حد تعریف کی اور ان کے رفاعی کاموں اور کردار کے متعلق بہت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ ان میں ہر ملک کے مندوب نے بتایا کہ ہمارے ہاں تو احمدیوں کے نام بھی ملک کی مشترکہ ایک ہی انتخابی فہرست میں درج ہیں۔ وہ سب تمام دوسرے ہم وطن شہریوں کے ساتھ مل کر یکساں طور پر اپنے ووٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ عام انتخابات میں وہ سب کے ساتھ مل کر اپنے مرد اور خواتین امیدواروں کو بطور امیدوار کھڑا کرتے ہیں۔ مسٹر کول مین نے کہا کہ یہ انتہائی طور پر اہم ہے کہ مقامی کونسلوں اور قومی حکومت میں احمدی نمائندے بھی لئے جاتے ہیں اور وہ ہر سطح پر رواداری کی آئینہ دار اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں جیسا کہ آنریبل سوڈوئی اور میئر آف فارنہم نے اپنی تقریروں میں یہاں بیان کیا ہے احمدیوں کا یہ نعرہ ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ ہمارے زمانہ کے لئے بہت ہی اہم پیغام پر مشتمل ہے۔

آخر میں آنریبل ٹونی کول مین نے فرمایا کہ احمدیہ کنونشن کے لئے گزشتہ سال کی طرح مَیں وزیر اعظم ٹونی بلیئر کا پیغام لایا ہوں لیکن اس دفعہ ایک نیا پیغام بھی مجھے آپ تک پہنچانے کے لئے ملا ہے اور وہ ہے فی اونا میکٹا گارٹ (Fiona Mactaggart) کا پیغام۔ وہ پہلے وانڈز ورتھ کونسل میں حزب مخالف کی لیڈر تھیں۔ دو ماہ قبل انہیں ہوم آفس میں ایک منسٹر مقرر کیا گیا ہے۔ انہوں نے خاص طور پر درخواست کی ہے کہ جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں ان کا پیغام بھی پڑھ کر سنایا جائے۔ چنانچہ آنریبل کول مین نے پہلے انہی کا پیغام پڑھ کر سنایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ہوم آفس کی منسٹر کا پیغام:

حکومت جماعت احمدیہ کے اس مثبت رویہ کا خیر مقدم کرتی ہے جو بعض اقدار کو فروغ دینے کا آئینہ دار ہے۔ یہ اقدار اس زمانہ کی متحرک اور مختلف ثقافتوں پر مشتمل سوسائٹی کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جماعت کا جلسہ سالانہ اپنی جماعت کو ایسے مثبت رویوں کو مزید مستفیض کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا اور اس طرح ملک میں تنوع پسندی میں رواداری اور برداشت کو فروغ دینے کا مزید موجب بنے گا۔ یہ رویہ اس ملک کی سب سے بڑی قوت کا درجہ رکھتا ہے۔ مَیں آپ کے جلسہ کی بہرنوع کامیابی کی متمنی ہوں۔ (فی اونا میکٹا گارٹ)

وزیراعظم برطانیہ کا پیغام:

اپنی تقریر کے آخر پر آنریبل ٹونی کول مین نے وزیر اعظم برطانیہ آنریبل ٹونی بلیئر کا انگریزی پیغام پڑھ کر سنایا۔ وزیراعظم کے پیغام کا ترجمہ یہ ہے:

اس موقع کا میسر آنا میرے لئے باعث مسرت ہے کہ مَیں اس امر کا اظہار کروں کہ جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے مندوبین کے لئے ان کا یہ اجتماع بشاشت آفریں فیض رسانی کا موجب ہوگا۔ اور میرے یقین کے مطابق یہ اجتماع ہوگا بھی عظیم کامیابی پر منتج۔ پرخلوص تمناؤں کے ساتھ

ٹونی بلیئر

(باقی اگلے شمارہ میں)

❀❀ ❀ ❀❀

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۱۷/اپریل ۲۰۰۳ء میں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی فیاضیوں اور مالی قربانیوں کا تذکرہ مکرم محمد جاوید صاحب نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔

سلسلہ کی کوئی تحریک ایسی نہیں جس میں حضرت سیدہؓ نے حصہ نہ لیا ہو۔ مساجد کی تعمیر، لنگر خانہ، لجنہ اماء اللہ، مسجد فضل لندن، برلن میں مسجد، لنگر کے لئے دیگوں کا انتظام، اخبار الفضل، منارۃ المسیح، تحریک جدید۔ صرف تحریک جدید کے پہلے نو سال میں آپؓ نے مجموعی طور پر ۳۱۴۲/روپے پیش کئے۔

حضرت حافظ مولوی غلام رسول صاحبؓ وزیر آبادی جب ۱۹۱۷ء میں ماریشس جانے لگے تاکہ حضرت مولوی عبیداللہ صاحب مرحوم کے اہل خانہ کو وہاں سے لے آئیں تو حضرت اماں جانؓ نے آپؓ کو بیس روپے بھجوائے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ بعد میں مَیں ہجرت کر کے قادیان آگیا اور بارہ سال سے یہاں مقیم ہوں اور تقریباً سات سال سے فالج کے مرض میں مبتلا ہوں۔ اس عرصہ میں حضرت اماں جان وقتاً فوقتاً مجھے اپنے عطیہ جات سے مستفیض فرماتی رہتی ہیں۔

حکیم محبوب الرحمٰن صاحب بنارسی کی اہلیہ نے اپنا چندہ دینے کے لئے ایک بار زیور گروی رکھا اور پھر زیور چھڑانے کے لئے حضرت اماں جانؓ کو خط لکھا کہ بیس روپے بھجوادیں جو آپؓ نے فوراً بذریعہ منی آرڈر بھجوادیئے۔

ماسٹر حکیم عبدالعزیز خان صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت اماں جانؓ سے حضورؑ کا بستر حاصل کرنے کی خواہش کی۔ آپؓ نے فرمایا کہ وہ تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب بانٹ کر لے گئے ہیں۔ اس پر انہوں نے اس چادر کی فرمائش کی جو حضورؑ کے زیر استعمال رہتی تھی۔ آپؓ نے ایثار کرتے ہوئے وہ چادر عطا فرمادی اور سوال ردّ نہ فرمایا۔

محترمہ حسن بی بی صاحبہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب مَیں پہلی بار قادیان آئی تو حضرت اماں جانؓ نے میرے بچوں کے لئے مٹھائی کا تھال منگوایا اور میرے پرانے رنگدار کپڑے بدلنے کے لئے ایک نیا جوڑا نکال کر دیا اور دوپٹہ بھی چُن کر دیا حالانکہ میری آپؓ سے کوئی واقفیت بھی نہیں تھی۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کی آمین پر آپؓ نے سب کے لئے جوڑے بنوائے اور مجھے بھی ایک اچھا جوڑا دیا۔

مئی ۱۹۰۰ء میں منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے آپؓ نے ایک ہزار روپیہ پیش کیا اور اس کے لئے اپنی دہلی کی جائیداد فروخت کردی۔ اسی طرح حضورؑ کو ۱۸۹۸ء میں دینی ضرورت کے لئے فوری رقم چاہئے تھی تو حضورؑ نے قرضہ لینے کی تجویز کا ذکر کیا۔ اس پر آپؓ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہزار روپیہ نقد ہے اور کچھ زیورات ہیں، وہ لے لیں۔ حضورؑ نے یہ بطور قرض لیا اور اس کے عوض ایک باغ کو رہن کردیا اور یہ تحریری طور پر رجسٹری بھی کروادیا۔ اس طرح یہ تعلیم بھی دیدی کہ بیوی کا مال اُس کا اپنا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ بعض علماء کے کفر و قتل کے فتووں کے نتیجہ میں راستہ میں امن نہ ہونے کی وجہ سے باوجود شدید خواہش کے حج نہ کرسکے۔ حضورؑ کی وفات کے بعد حضرت اماں جانؓ نے پہلے حضورؑ کا قرض ادا کرنے کا انتظام کیا اور پھر حافظ احمداللہ صاحب کو زاد راہ دے کر حضورؑ کی طرف سے حج بدل کروایا۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں بھی کئی بار رقوم پیش کیں جن کا ذکر حضورؓ نے ازخود فرمایا۔

۱۹۰۸ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی نے جب حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی نہایت اعلیٰ خدمت کی توفیق پائی تو انجمن نے حضرت حافظ عبدالرحیم صاحبؓ مالیر کوٹلوی اور انہیں دس دس روپے انعام دیا۔ حضرت اماں جانؓ بھی ازراہ کرم آپؓ کے گھر تشریف لائیں اور حضرت اقدسؑ کی ایک دستار بطور تبرک عطا فرمائی۔

……❁……❁……❁……

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۵/اپریل ۲۰۰۳ء میں حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

حضرت اماں جانؓ کی نیکی کا مقدم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ نماز تہجد اور نماز ضحیٰ کی بھی بہت پابند تھیں اور اس ذوق سے نماز ادا کرتیں کہ دیکھنے والے کے دل میں بھی خاص کیفیت پیدا ہونے لگتی۔ دعاؤں میں بھی بہت شغف تھا۔

حضرت میاں صاحبؓ فرماتے ہیں کہ صدقہ و خیرات بھی آپؓ کا نمایاں خلق تھا۔ خفیہ اور اعلانیہ لوگوں کی مدد کرتیں۔ کبھی یتیم بچوں کو اپنے مکان پر بلاکر کھانا کھلاتیں اور کبھی اُن کے گھروں پر کھانا بھجوادیتیں۔ ایک بار ایک واقف کار شخص سے پوچھا کہ کیا اُسے کسی ایسے شخص کا علم ہے جو قرض کی وجہ سے قید بھگت رہا ہو تاکہ اُس کی مدد کی جاسکے۔ آپؓ قرض مانگنے والوں کو فراخ دلی کے ساتھ قرض دیتی تھیں لیکن عادی مانگنے والوں کی بُری عادت روکنے کے لئے اُن کو قرض دینے سے پرہیز کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میرے سامنے ایک عورت نے آپؓ سے قرض مانگا۔ آپؓ کے پاس گنجائش نہیں تھی۔ مجھ سے فرمایا: ”میاں! تمہارے پاس اتنی رقم ہو تو اِسے قرض دیدو، یہ عورت لین دین میں صاف ہے“۔ چنانچہ مَیں نے اُسے مطلوبہ رقم دیدی جو اُس نے عین وقت پر واپس کردی۔

آپؓ کو بے حد محنت کی عادت تھی۔ مَیں نے بارہا آپؓ کو کھانا پکاتے، چرخا کاتتے، نواڑ بنتے بلکہ بھینسوں کو چارہ ڈالتے دیکھا ہے۔ بھنگنوں کے سر پر کھڑے ہوکر صفائی کرواتیں اور خود لوٹے سے پانی ڈالتی جاتیں۔

کسی احمدی عورت کے متعلق سنتیں کہ وہ بیمار ہے تو بلاامتیاز غریب وامیر خود جاکر عیادت فرماتیں اور تسلّی دیتیں۔ ان اخلاق فاضلہ کا نتیجہ تھا کہ عورتیں بھی آپؓ سے اپنی حقیقی ماؤں سے بڑھ کر محبت کرتیں اور مشورہ لینے کے لئے چلی آتیں۔

……❁……❁……❁……

حضرت سید محموداللہ شاہ صاحبؓ

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۴/اپریل ۲۰۰۳ء میں حضرت سید محموداللہ شاہ صاحبؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم مولوی محمد ابراہیم بھامبڑی صاحب رقمطراز ہیں کہ آپؓ خوبیوں کا حسین مرقع اور فضائل کا شیریں جام تھے۔ مجھے آپؓ کے ساتھ ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۲ء کام کرنے کا موقع ملا جب آپؓ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈماسٹر تھے اور مَیں دینیات کا استاد تھا۔ سکول قادیان سے چنیوٹ منتقل ہوا تو ہر چیز اُلٹ پلٹ ہوچکی تھی۔ سکول میں نہ فرنیچر تھا نہ بورڈنگ ہاؤس، اساتذہ بکھر چکے تھے۔ آپؓ نے چند ہی روز میں سب کچھ تیار کرلیا۔ بورڈنگ کے لئے تین عمارتیں مل گئیں جس کا کام آپؓ نے میرے سپرد کردیا۔ آپؓ کی دعاؤں اور مقناطیسی کشش سے سکول اور بورڈنگ طلباء سے بھر گیا۔ سکول کی نیک نامی تھی کہ اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ کے طلباء اپنا سکول چھوڑ کر ہمارے سکول میں داخل ہونے لگے اور چنیوٹ کے مقامی طلباء گھروں میں رہنے کی بجائے بورڈنگ میں داخل ہونے لگے۔ کام اور نگرانی کو بہتر بنانے کے لئے روزانہ ایک ٹیچر کو ”ڈے ماسٹر“ مقرر کیا جاتا تھا جس سے سکول میں نظم و نسق بہت بہتر ہوتا تھا۔

آپؓ قرآن کریم کے حافظ تھے اور قرآن کریم سے آپؓ کو عشق تھا۔ چھٹی سے دسویں تک کی ہر کلاس کے ذمہ آپؓ نے چھ چھ پارے حفظ کے لئے کر رکھے تھے اور اس طرح ہر طالبعلم کو قرآن کریم کا کچھ حصہ زبانی یاد ہوتا تھا۔ چنانچہ اگر سارے طلباء اکٹھے ہوں تو سارا قرآن مجید زبانی سنا جاسکتا تھا۔ نمازوں کی حاضری لگتی تھی۔ آپؓ نے مجھے امام الصلوٰۃ مقرر کیا ہوا تھا بلکہ شہر کی مسجد میں جمعہ بھی پڑھانے کی ذمہ داری میری تھی۔

آپؓ اپنے ماتحت ساتھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے اور اُن کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار مجھے شاٹیکا کے درد کا عارضہ ہوا تو آپؓ میری عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ اگر مَیں پسند کروں تو مجھے لاہور بھجوادیا جائے۔ مَیں نے کہا کہ مجھے یہاں زیادہ آرام ہے۔ اسی طرح ساتھیوں پر بہت اعتماد تھا۔ ایک بار خاصی بڑی رقم لاکر مَیں نے آپؓ کو دی اور کہا کہ اسے گِن لیں۔ آپؓ نے رقم جیب میں رکھتے ہوئے کہا کہ آپ نے جو گِنی ہوئی ہے۔

اساتذہ کی کارکردگی کا باقاعدگی سے جائزہ لیا کرتے تھے۔ آپؓ کا طریق تھا کہ کلاس کے عقبی دروازہ سے داخل ہوکر خاموشی سے طلباء کے ساتھ آکر بیٹھ جاتے تھے اور جائزہ لیتے کہ استاد کیسے پڑھاتے ہیں۔ پھر حوصلہ افزائی بھی فرماتے اور اگر کوئی کمزوری دیکھتے تو بغیر نام لئے واعظانہ طور پر سمجھا دیتے۔ کبھی آپؓ کو ماتحت اساتذہ پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ اُن کے وقار اور عزت کے محافظ تھے۔ ایک بار کسی استاد نے ایک لڑکے کی نازیبا حرکت پر اُس کو بید مارے۔ اُس نے حکام بالا کے پاس شکایت کی۔ حکام نے وہ معاملہ آپؓ کی خدمت میں بغرض تحقیق بھجوایا۔ آپؓ نے استاد اور پھر لڑکے کو بلاکر پوچھا اور پھر حکام کو لکھ دیا کہ مکرم استاد صاحب نے عین میری منشاء کے مطابق اصلاح اور تادیب کی خاطر مناسب سزا دی ہے۔ چنانچہ شکایت داخل دفتر ہوگئی۔ سکول میں جو انسپکٹر آتے وہ بھی آپؓ کے اخلاق سے بہت متأثر ہوتے۔ شروع شروع میں طلباء کے پاس پوری کتابیں بھی نہیں تھیں، کھانے پینے کی اشیاء کی بھی دقّت تھی، چنیوٹ میں بجلی بھی نہیں تھی لیکن آپؓ کی مساعی اور دعاؤں سے ہمارا سکول ہر میدان میں ضلع بھر میں اوّل آتا۔ میٹرک کا نتیجہ شاندار ہوا کرتا۔

آپؓ کی رہائش شہر سے باہر تھی۔ آپؓ وہاں سے روانہ ہوتے تو سالم تانگہ کروالیتے اور راستہ میں جو استاد بھی ملتا اُسے بھی اپنے ساتھ بٹھالیتے۔ مجھے بھی کئی بار یہ موقع ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؓ سیدالقوم خادمھم کی عملی تفسیر تھے۔

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۵/اپریل ۲۰۰۳ء میں مکرم مبشر احمد محمود صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

حضور بزم سے یوں روٹھ جایا کرتے نہیں
نگاہِ یار سے دامن بچایا کرتے نہیں
حضور حدِ ادب ہے وگرنہ عرض کریں
کہ دل گرفتہ دلوں کو رُلایا کرتے نہیں
ترا وصال ترا وصل یار ہے جاناں
وگرنہ وقت وداع مسکرایا کرتے نہیں

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 | Friday, September 26, 2003 | Issue No. 39

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

'عُلَمَاءُ هُمْ' بندگانِ دولت

روزنامہ ''دن'' (۱۰؍جون ۲۰۰۱ء) میں ملک کے مشہور کالم نویس جناب حافظ شفیق الرحمٰن کا فکر انگیز شذرہ۔

''۱۹۵۱ء سے لے کر تادم تحریر اس ملک میں جسے بھی مسند اقتدار پر فروکش ہونے کا جائز و ناجائز موقع ملا اس نے اس ملک کی سلامتی، عوام کی خوشحالی اور معیشت کے استحکام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ملک غلام محمد جیسے جسمانی اپاہج سے لے کر نواز شریف جیسے رستم وتارزن تک جو بھی آیا اس نے قاعداعظم کے اس پاکستان کی تاریخ اور جغرافیے کو مسخ کرنا اپنا فرض منصبی جانا۔ اس ملک کی اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ ایسے ایسے ''مغل اعظم''، علم وشعور کی اس فراوانی کے اس دور میں ایک جمہوری مملکت کے ''مہابلی'' ذوق خوش خورانی کی تسکین کے لئے ہفتے میں دو دو بار سولہ سولہ لاکھ روپے سرکاری خزانے سے پٹرول کی مد میں پھونکتے رہے۔ نو سو چوہے کھا کے مکے اور مدینے کو سدھار جانے والے ان ''حجاج کرام'' کو وہ ''میڈیا منیجرز'' جو آج بھی حرام کی کمائی سے سجے ان کے دسترخوان کی پچھوڑی ہڈیوں پر پل رہے ہیں .... ''جنید وقت'' اور ''غوث العصر'' ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ یہ مخلوق تو خیر مرفوع القلم ہے۔ یہاں تو یہ عالم ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے ''مجذوب'' پوتے اجمل قادری بھی اس قسم کی ''شطحیات'' پیش کرنے میں پیش پیش ہیں کہ نواز شریف کو مدینے کی درویشی مل گئی ہے۔ اس قسم کا روغنی اور مکھن آمیز بیان اگر جامعہ اشرفیہ کے مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، جامعہ نعیمیہ کے ڈاکٹر سرفراز نعیمی، جامعہ القدس کے عارف روپڑی، فیصل آباد کے صاحبزادہ فضل کریم، سیالکوٹ کے پروفیسر ساجد میر اور تبلیغی جماعت کے مولانا طارق جمیل داغتے تو اسے ''یکے از مقتضیات حق نمک'' گردانا جاتا۔ اجمل قادری کی ''زبان ولایت ترجمان'' کے اس بیان کی بھنک جب ''معلم الملکوت'' کے کانوں میں پڑی ہوگی تو بے چارہ نہ چاہتے ہوئے بھی یوں داد دینے پر مجبور ہوگیا ہوگا۔ ہاتھ لا استاد! کیوں کیسی کہی......۔

حضرت مولانا اجمل قادری ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو یہ بتانا شاید سورج کے سامنے زیرو پاور کا بلب روشن کرنے کے مترادف ہے کہ ماضی میں ایک حقیقی عالم دین کی شخصیت کا خمیر علم، عمل، انکسار اور تقویٰ کی عناصر اربعہ سے تیار ہوتا تھا لیکن سیٹلائٹ میڈیا کے اس دور میں مشہور عالم دین اسے ہی گردانا جاتا ہے جو عطیات، صدقات، زکوٰۃ، خیرات اور چندہ جات کے حصول کے لئے دولت مندوں کے آستانوں پر سر جھکائے خشوع وخضوع سے ان کی درازیٔ عمر، توسیع کاروبار، فراخیٔ رزق کے لئے دعا گو ہو۔ کل تک تصویر کی حلت وحرمت کے مسئلے پر جدال وقتال کے لئے تیار یہ ''سپیشلسٹ دعا گو'' تو اب ''دعا گوئی'' کی خصوصی محافل کا فوٹوسیشن باہتمام منعقد کرواتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ وہ ان کی جہازی سائز البمیں تیار کر کے دیار غیر میں مقیم اپنے ''آقایان ولی نعمت'' کو خصوصی نمائندوں کے ہاتھوں بھجواتے ہیں۔ مقصود اس تمام کدوکاش کا یہ ہے کہ ''دور افتادہ'' آقاؤں کو یہ یقین دہانی کروائی جائے کہ ہم چندے کے بندے ''مندے'' کے باوجود آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ یہ ''بندگان دولت''، جنہیں زمانے کی کج نظری نے علماء سمجھ رکھا ہے اس حد تک کاروباری ہیں کہ ''دعا'' کی ان خصوصی محافل کی البموں، آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کی ماسٹر کاپی اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

صاحبو! ایک طرف یہ ہمارے دور کے طالع آزما اور مہم جو علماء ہیں جنہوں نے مدارس کو اپنی فیکٹریاں تصور کر رکھا ہے جن پر یہ اپنی گرہ سے ایک پھوٹی کوڑی کی سرمایہ کاری کئے بغیر عطیات اور چندہ جات کی شکل میں سالانہ لاکھوں اور کروڑوں کا ''منافع'' سمیٹ کر اپنی ذاتی اور خاندانی تجوریوں میں منتقل کرتے ہیں...... ہائے! کہاں وہ دور تھا کہ حکمران علماء کی دہلیزوں پر اذن باریابی کے لئے سرخم کئے، ہاتھ باندھے کھڑے دکھائی دیا کرتے تھے اور کہاں یہ دور ہے کہ بڑے بڑے مدرسوں کے مہتمم، نامی گرامی مفتی اور معروف صاحبزادے زر پرست، اقتدار پرست اور جاہ پرست حکمرانوں اور ان کے اہل وعیال کی ''درباداری'' کو ''ثواب دارین'' کے حصول کا ذریعہ سمجھنے لگتے ہیں...... اگلے وقتوں میں حکمران گدڑی پوش علماء کے حضور طالب دعا بن کر حاضر ہوا کرتے تھے اور آج سروں پر زرکار دستاریں سجائے اور اطلس وحریر کی قباؤں میں ہمکتی بے ہنگم توندیں لئے اقتدار کے آستانوں پر ''متمنیٔ دعا'' بن کر کورنش بجالاتے ہیں۔ صاحبان اقتدار جن کو وزارتوں، سفارتوں، مشاورتوں، اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیتوں سے نواز دیتے ہیں وہ ''سب اچھا'' کی تسبیح کے دانے رولتے ہیں اور جن کو ان کی اور ان کی آباؤ اجداد کی سابقہ وابستگیوں کے تناظر میں ''لفٹ'' نہیں ملتی، عوام کو ''جابر سلطانوں'' کے خلاف کلمۂ حق بلند کرنے کے لئے اکسانے کا ''جہاد'' کرتے ہیں۔ مسئلہ ''کلمہ حق'' کی سربلندی یا ''حرف باطل'' کی سرکوبی کا نہیں، مسئلہ صرف دانے دنکے، درہم ودینار اور عطیات وخیرات کا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ''یزید عصر'' کو ''بایزید وقت'' بنانا ان کے بائیں ہاتھ کا کمال ہے۔

''خدام الدین'' جب ''خدام الدنیا'' بن جاتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ نبوت، ولایت، امامت اور درویشی کی عمارت کی خشت اول لقمہ حلال ہے۔ پیٹ میں حرام کا مال اور تجوریوں میں لوٹ کا سرمایہ ہو تو لٹیرا چاہے عمر بھر روضۂ رسول پر پلکوں سے جھاڑو دے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ہاں درِ توبہ بند نہیں، وہ کھل سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ لٹیرے لوٹ کا اقرار کریں اور لوٹ کے مال کی ایک ایک پائی بیرونی ممالک کی تجوریوں سے نکال کر قومی خزانے اور عوام کو لوٹا دیں...... لٹیروں کی لفظی توبہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی، انہیں عوام کو لوٹ کا مال واپس کر کے عملی توبہ کا ثبوت فراہم کرنا ہے''۔

گلشن کی فضا دھواں دھواں ہے
کہتے ہیں پیار کا سماں ہے
بکھری ہوئی پتیاں ہیں گل کی
ٹوٹی ہوئی شاخ آشیاں ہے
ہم ہی نہیں پائمال تنہا
اے دوست تباہ اک جہاں ہے

(حبیب جالب)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

کے فرشتے اس نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود بھیجو۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو درود پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ کو ہماری دعاؤں کی حاجت ہے؟۔ نہیں بلکہ ہمیں یہ طریق اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ جب تم اپنی حاجات لے کر میرے پاس آؤ گے تو دعاؤں کی قبولیت اور حاجات روی کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ تم میرے پیارے نبیؐ کے ذریعہ مجھ تک پہنچو اور اس کو وسیلہ اختیار کرو اس سے تمہاری عبادتیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا برکتیں اور رحمتیں آنحضرت ﷺ پر نازل کی ہیں۔ جب کوئی شخص آپؐ پر درود بھیجتا ہے تو آپؐ کے فیض سے اللہ تعالیٰ حصہ دیتا ہے۔

آنحضرت فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر درود بھیجنے والا ہوگا۔ جب مؤذن اذان دے تو اذان کے الفاظ دہراؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔ اللہ تعالیٰ دس گنا ثواب تمہیں دے گا۔ مجھ پر درود بھیجو، تمہارا درود بھیجنا تمہاری ترقی اور پاکیزگی کا ذریعہ بنے گا۔ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے کفارہ ہوگا اور جو ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔ قیامت کے دن خطرات سے محفوظ وہی ہوگا جو مجھ پر درود بھیجے گا۔ اور جب تک کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے ہٹ گیا۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کے قرب کے حصول کے لئے اللہ کے حکم کے مطابق ایک ہی وسیلہ اور ذریعہ ہے یعنی محمد ﷺ۔ آپؐ کا محبّ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ جو آپؐ سے محبت کرنے والا ہو وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ درود شریف حصول استقامت کا ذریعہ ہے۔ محض رسم اور عادت کے طور پر نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ آپؐ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ پر درود بھیجیں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں پھل تمہیں ملے گا۔ مجھے جو کچھ ملا وہ سب آنحضرتؐ پر درود بھیجنے کے نتیجہ میں ملا۔ رقّت، تضرع، انشراح اور حضور قلب کے ساتھ درود پڑھو۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس زمانہ کے ساتھ درود کا خاص تعلق ہے اس لئے احمدی بکثرت درود بھیجیں، خاص طور پر جمعہ کے بابرکت دن زیادہ درود پڑھیں۔

حضور انور نے جماعت فرانس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ نے تعداد میں بڑھنا ہے اور مضبوط ہونا ہے تو بہت درود پڑھیں۔ آج سے آپ کا جلسہ شروع ہو رہا ہے۔ تین دن درود پر خاص توجہ دیں تو آپ لوگ آنحضرت ﷺ کے فیض سے حصہ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ شرکاء جلسہ سالانہ کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔